

# کیرک

حصہ اول

کیرک کا بوجھ بوجھ ہے تین نوک سو ہے  
کیرک کا نام دس سنی کتابت جانی  
کیرک کی دیکھ دیکھ پر م پر کو لیکے  
کیرک کی دیکھ دیکھ پر م پر کو لیکے  
کیرک کے مارک آوے آوے کون جانی

پہرشی شیو برت لال ورن

پہلی جلد  
حصہ اول

# کبیر جوک (مکمل)

(۳ ضخیم جلدوں اور متعدد حصوں میں)

طالبان حقیقت و متلاشیان معرفت کے لئے

ایاب و نادر تحفہ

جس کی نظیر دنیا کے کسی کتب خانہ میں نہیں مل سکتی

اشاعت کے

رادھا سوامی ست سنگ نظام آباد

جید رٹا دکن

باہتمام

نندو بھائی

قیمت پانچ روپے

قیمت حصہ اول پندرہ

## پریم سنت کبیر صاب

خدا کی شان! جہاں میں کہاں ہے اُن کی نظیر  
یہی سبب تھا کہ قاضی نے نام رکھا کبیر  
شامیل اور خصال میں ذات پاک تھے وہ  
بڑوں میں سب سے بڑے اور فقیروں میں بھی فقیر  
یہاں جو آئے تو آزاد کر دیا سب کو  
چھٹے جو دام میں تھے جرم اور ہوس کے اسیر  
نقاب رخ سے اٹھایا جمال دکھایا  
برہنہ آنکھوں نے بھی حق کی دیکھ لی تصویر  
جلال کے تھے چمک اور جمال کے تھے دمک  
کمال کی نظروں سے تھے صورت تنویر  
دکھایا نہ سے گمراہوں کو طریق نجات  
سچا ایک کو مخلصی کی ہاتھ آگئی تہہ بے سر  
نہ غیریت کا پتہ ذات پاک میں تھا کہیں  
اسی سے ہندو مسلمان کے ہوئے وہ پیر

# کبیر جوگ

کا

یہ تیسرا ایڈیشن

داتا دیال

مفتی و مقدس مہرشی شیو برت لال صاحب کے

پر ام پریست پوہی

ٹھاکر شری چندر بھان سنگھ جی چوہان

کی

پلوثر یادگار میں

میں اپنی طرف سے

سنت مت کے تمام پریمیوں کے نذر کرتا ہوں

نذر سنگھ بسین

راجا سوامی سنت سنگھ نظام آباد  
جید آباد کن

آدی سنت کبیر ساہب

( سن ۱۸۶۶—۱۹۷۶ وی. )

رادھا سوامی دیال کی دیا رادھا سوامی سہاگے  
پریم پورش پورن دھنی حضور مہلی و مقدس کے چرن کمل میں  
بہنتی اور پرار تھنا

## چھند

بھکتی داتا بھکتی دیجے بھکت پالن بار  
بھکت کیجے بھکتی پادون بخشے کرتا  
تم ہو گیانی تم ہو گیانی گیان تم بھنڈا  
میٹ دد گیان تم کو گیان کے آدھا  
دین تارن دین بندھو ہین دین دیال  
دین شراکت پڑا ہے کیجے اس کی سنبھال  
میں بہت سب بدھی ہوں سوامی تم ہو بہت آدھا  
میری اور نہ دیکھے گا اپنی اور نہسار  
رادھا سوامی رادھا سوامی نام دیجے دان  
مان کی اچھا نہیں موہی آیا تیج اچھا  
میں ہوں بالک تم پتا ہو میں پیٹ انجان  
بال جنتی سننے چنت سے کیجے میرا دھیان  
بھکتی سیوا نہیں بنے کچھ میں ہوں بال سرور  
رادھا سوامی اہم ہوں گھٹ سم تم ہو بزم کے کوپ  
میں کنول دل بھاو سم تم کیجے پرکاش  
چنت رہے چرنوں میں بدن دیکھے ایسی اباس  
پھر کر دیشٹی کو مسری کیجے اپنی اور  
چندر کھ تم رادھا سوامی میں ہوں چنت چکور

## ارپن

پریم پورش پورن دھنی حضور مہلی و مقدس رائے سالگرام صاحب جہاد  
رادھا سوامی کے چرن کمل کی یادگار میں  
غرتا دینتا اور پتے بھکتی بھاو سے

## سمرن

تم آئے اس جگت میں دین جو کے کاج  
اب تو تارے ہی بنے بھکتیں ہماری لاج  
ہم تو آب ہی بہت ہیں تم ہو بہت آدھا  
آئے پڑے بھو بندہ میں کیجے بھو بل بار  
شبد جہاد چڑھائے کر سرت سرت کی دور  
پڑا کیجے پار پڑھو! بڑکھ اپنی اور  
دکھ بھجن من رنجنا ساج بھکتی کا ساج  
دین دکھی کو تارے سنتوں کے بہتر ناج  
تم تو سمر تھ سائیاں سب جگ کے آدھا  
سادھ سنگ نت دیکھے رادھا سوامی پریم دیار

سیوکوں میں سب سے چھوٹا  
نشو

## دیباچہ

### سنت مت

سنت کہتے ہیں پاکی اور تقدیس کو سنت مت اس نظر سے صرف پاکی اور تقدیس کا طریق ہے۔ یہی اُس کی تعریف ہے۔ اس سے زیادہ اُس کی صراحت کرنا فضیلت اور فعلِ مبشبت ہے۔

جس شخص میں تنگدلی، کوتاہ نظری اور بٹ دھری دیکھو تو سمجھ لو کہ اب تک اُس کو سنتوں کے طریق میں شامل ہونے کا حق نظام قدرت میں عطا نہیں ہوا تنگ خیالی اور تعصبِ روح کے مرض ہیں۔ اگر مریض بیمار ہے تو وہ صحت جسمانی سے کوسوں دور ہے اور جس میں اب تک روحانی مرض موجود ہے اُسے روحانی صحت نصیب نہیں ہوتی ہے۔

### فراخ دلی

دنیا ہے کہ انابِ شناب سنت مت کی نام لیوا ہو کر اُس کو بدنام کر رہی ہے۔ تا ہے کچھ اور لوگ اُسے سمجھ رہے ہیں کچھ۔ چتہ طریق اور مسلک میں آکر بھی اگر چشیات ہٹاؤ غصہ سے کام ہے تو اور کوئی کسی کو سنت مت کا پیرو سمجھ لے مگر ہم اُس کو یہ حیثیت دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مجلسی مذاہب کے پیروکاروں کا یہ غاصد ہے ان میں قومیت اور مذہب کی پاسداری کا خیال زور و شور کے ساتھ رہتا ہے مگر یہ سنتوں کا طریق نہیں ہے۔ سنت مت ذیابہم اور چلتی کا طریق ہے۔ سنتوں کا بدل آئینہ کی طرح صاف، شفاف، بجلی اور روشن ہوتا ہے۔ اُس میں نام کے لئے بھی نہ رنگ و صورت ہوتا ہے نہ بیشیہ میں بال ہوتا ہے۔ اگر آئینہ پر رنگ لگا ہوا ہے اور گرد و غبار کی تہ بھی ہوتی ہے تو اپنا روپ کیسے نظر آئے گا اور اپنی صورت کے خط و خال پر نگاہ کیسے پڑے گی!

یہ بالکل غیر ممکن ہے۔ اسی طرح جس آئینہ میں بال ہے باوجود صاف ہونے کے بھی اُس میں اتنی طرح اپنی صورت کا عکس نہ پڑے گا اور آئینہ دیکھنے کا مقصد مفقود رہے گا۔ رنگ آلودہ آئینہ میں صورت کا دیکھنا مشکل اور غیر ممکن ہے۔ وہ صفائی کا محتاج ہے۔ صاف ہونے پر بے شک وہ اپنا فرض ادا کر سکے گا۔ اس سے پہلے اُس کا امکا محال ہے اور سنت مت اسی صفائی کی ترکیب بتاتا ہے۔

جس آئینہ میں ایک بال بھی پڑا ہوا ہے اُس میں ایک کے عیوض دو صورتیں نظر آویں گی اور اگر زیادہ بال ہیں تو کسی شکلیں دکھائی دیں گی۔ بال والے آئینہ سے تعلق رکھنا فسطی ہے۔ یا تو اُس کو اس طرح زمین پر چمک دو کہ چمکنا چور ہو جائے اور پھر اُسی کے سامان سے دوسرا آئینہ تیار کر دو تب اپنی صورت دیکھنے کا مزہ آئے گا۔ مگر یہ مشکل ہے کوئی شخص اس ترکیب سے فائدہ حاصل کرنے کا خواہشمند نہ ہو گا۔ ہاں اگر کوئی ایسی شکل بنی آئے کہ آئینہ کے بال صفائی کے ساتھ دور کر دے جائیں تو اس کا منہا یقیناً ہے۔ بہت سے آدمی ایسے ہیں گے جو اس ترکیب سے مستفید ہونے کی تمنا رکھیں گے۔ سنت مت ایسے ہی خواہشمندوں کو اپنی طرف رجوع ہونے کی دعوت دیتا ہے اور مبارک ہیں وہ خوش نصیب آدمی جو سانپ کو مار دیتے ہیں اور اپنی لاش کو ٹوٹنے نہیں دیتے۔ لاشی انسان کا دل ہے۔ سانپ کا دل اور کرم کا نقص ہے۔ جب دل نہ رہا تو جھکتی جھاو کون کرنے لگا اور وہ کس سے کرے گا!

رنگ آلودہ آئینہ گیانی کے دل سے مشابہ ہے۔ وہ دھندلا ہے۔ اندھیرا ہے۔ اُس میں عکس کے قبول کرنے کی قابلیت اور قبولیت کا مادہ ابھی تک پیدا نہ ہوا لیکن اگر اُس دل والے کے دل میں صفائی کی خواہش ہے تو وہ اور کچھ نہ کرے۔ سادہ صوفوں کی سنگت میں اٹھا بیٹھا قبول کرے۔ ست سنگ کے فیض سے وہ آہستہ آہستہ باخبر ہوتا جائے گا اور جب وہ باخبر ہو کر گورو کے پاک قدموں کی خاک لے لے کر اپنی خاص جگہ اتر دھکا کے پانی سے دھوا دھوا شروع کرے گا وہ باسانی پاک صاف ہو جائے گا۔ جوں جوں اُس میں لطافت اور پاکیزگی آتی جائے گی اُس کا یقین خود بخود پختہ ہوتا جائے گا اور جب وہ بالکل اس عمل کے کرتے رہنے



سے پاک صاف ہو جائے گا اُس میں اصلیت کا فور کیا رہے گی جبکہ اُسے گھم اور اس فور میں جہاں اُس نے اپنے بوب کی جلوہ گری کا تماشا دیکھا وہ کہتے ہیں کہ یہ گھم اور اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہوگا۔ اس طرح دل کے آئینہ میں فور معرفت کے شرور کی چمک کو دکھا کر اصلیت کا علم بخشا سنت مست کا کام ہے۔ انسان کا دل تمام خوبیوں کا مخزن ہے۔ اُس کے اندر بیشمار طاقتوں کے خزانے بھرے پڑے ہیں۔ بے خبری کی حالت میں خبر نہیں ہوتی اور نہ اُسے بتا جاتا ہے۔ ہوا کے جھوکوں سے جھکونے کھائے ہوئے پانی میں کسے سطح کے کنارے کے درخت کا سایہ نظر آیا ہے۔ اسی طرح چنچل اور پریشان دل میں بھی ذات کا عکس نہیں پڑتا۔ سنگ اور گورہ بھکتی اس چنچلتا اور پریشانی کے مرض کا یقینی علاج ہے اور جب علاج ہو جاتا ہے پھر صحت کے نصیب ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا مگر پہلے آدمی حکیم یا اُس کے شفا خانہ کی طرف رجوع تو ہو۔ یہ شرط ہے۔ دُنیا میں کوئی مرض نہیں ہے جس کی دعا نہیں ہے اور جس کی دوا کا نظام قدرت میں امکان نہیں ہے لیکن اگر مرض حکیم کی بات کو ہدیان سمجھائے اُس کی نہیں سُنتا اور رخصہ میں پڑ کر اناب شہاب اور اُدل جلول بکتا رہتا ہے تو پھر اس کا علاج ہو چکا! ابھی اُس کو بہت ساری ٹوکریں کھانی پڑیں گی۔

اگلیاں کو ہم برا نہیں کہتے۔ یہ معرفت کی راہ میں آخری مرحلہ ہے۔ گیان کا ادھکار صرف اگیاں ہی کے لئے ہے۔ اسے اپنے اگیاں کی حالت کی کچھ خبر پڑ گئی ہے اور وہ اُس کے دور کرنے اور کرانے کا شائق ہو رہا ہے۔ گیانی کو گیان کا کیا ادھکار ہوگا۔ وہ تو خود گیانی ہے۔ روٹی جھوٹے کے لئے اور پانی پیاسے کے لئے ہے جس کو جھوک پیاس نہیں ہے اسے کوئی کیوں دانہ پانی دے گا اور اُسے دینے کا فائدہ کیا ہوگا!

اگلیانی کا دل صرف رنگ آلودہ آئینہ ہے۔ رنگ کے دور کرنے سے اُس میں صفائی آجائے گی اور گیان کا نور خود بخود چمک اُٹھے گا۔ اس میں بہت زیادہ وقت نہ لگے گا۔ صرف فوری سہی کی رہ گئی ہے۔ وہ مندرجہ بالا ترکیب کے عمل کرنے سے رفتہ رفتہ پوری ہو جائے گی۔

لیکن اگر کس دقت ہے تو بال والے آئینہ کے لئے ہے۔ اُس میں حد درجہ کی کمی ہے۔

کہا جاتا ہے وہ ایک اور اُس میں نظر آتا ہے۔ دور دنیا کو کثرت پسندی کا مرض لاحق ہو رہا ہے۔ وحدت پسندی کی شان کی طرف سے اُس نے اپنی آنکھوں کو میسج رکھا ہے۔ حکما عقلا فلا سفرا اور تمام سائنس دان اس قسم کے مریض ہیں فرض کیا کہ اُن کا دل صاف بھی ہے وہ صاحب ایجاد اور صاحب اختراع بھی ہیں ہندی کی چندی کرنا اور بال کی کھال نکالنا خوب جانتے ہیں مگر دل کے آئینہ کے بال نکالنے اور نکالنے میں اُن کی عقل خطا کرتی ہے۔ انھوں نے اس واہمہ کو اپنی عادت اور مشاقی کے زیر اثر پختہ کر لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہوتا ہے عقل سے ہوتا ہے اور عقل ہی اُن کا ستارہ رہتا ہے۔ یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ بے عقلی مکروہ حالت ہے مگر اس کے ساتھ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ عقل ہی دُنیا میں تفرقات و اختلافات کا باعث بھی ہے عقل ایک بسیط جوہر ہے جو عالم اختلافات کی بانی مبنی ہے۔ یہی تیزی بذات کو گھڑتی رہتی اور بے شمار بذات کے تار و پود اپنے اندر سے نکال کر انھیں کے تانے بانے میں جیووں کو بُری طرح سے پھنسا رکھتی ہے اور وہ قید و بند میں آکر پریشان ہو جاتے ہیں اور تمام زندگی جبرانی اُد پریشانی کی چکر میں بسر کرتے ہیں۔ نہ سلامت روی کا راستہ انھیں ملتا ہے اور نہ دل کو قرار آتا ہے۔ عقلا اور فلا سفروں کا گردہ اس نظر سے حد درجہ کا گمراہ ہے۔ اور گمراہ بھی ایسا جو سچے راستہ پر آنے کا خواہشمند نہیں ہے۔ ایسی حالت میں کوئی اگر اُن کا علاج بھی کرنا چاہے تو کیسے کرے! ان کو سنت مت کا ادھکار نہیں ہے۔

## عقل

عقل دراصل کیا ہے؟ اس پر کم لوگ خیال کرتے ہیں۔ ہم یہاں اس موقع پر کچھ کھول کر کہتے ہیں کہ عقل ذات انسانی کی پہلی عکسی صورت ہے جس سے مادہ کے عالم کو برہمنے نشوونما کرنے اور مایا جال پھیلانے کا سامان ملتا ہے۔ ”پہلے عقل اور پھر مادہ“ یہ قدرت کا مسئلہ اور مصدقہ اصول ہے۔ خیال پہلے کا ریکر کے دماغ میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہ اسی کی مدد سے صنعت گری کی بنیاد ڈالتا ہے اور اس کے مکمل کرنے میں غلطیاں و برعیاں رہتا ہے مکمل تو وہ کبھی ہونے پر نہیں آتا اور نہ آئے گا کیونکہ عقل تبدیل ہونے والا عنصر ہے جس کا





تو اپنا کوئی کام نہ نکلا دوسروں کے دل کی باتیں بتانے لگے۔ غرور ناتواؤ و تکنت کی ترقی ہوئی چھایا پریش نے آخر میں اس طرح پھیلاڑا کہ چاروں شانے چیت ہو کر گرے اور صفت میں جان دے بیٹھے۔ لکھا، گریا، انا، پڑا پستی وغیرہ بے شمار قسم کی سبذیاں ہیں۔ کوئی کہاں تک کہے اور کیوں کہے۔ سب کا یہی انجام ہوتا ہے اور دنیا میاں کی ڈال بھی ایک ایک کر کے چن جاتی ہے اور وہ خالی کے خالی رہ جاتے ہیں۔ جیسے دنیا دار عقلمند، ویسے ہی دنیا پرست جوگی جی مبارج! آخر یہ سب ہی شکستیں ہی تو دنیا ہی ہے۔ اگر ان کو بے دنیا دار کہا جائے تو بے جا ٹیک ہے! کوئی لنگوٹی لگانے سے تارک الدنیا نہیں ہوتا۔ بالکل جھوٹی بات ہے۔ ہاں سچ کہنے والے کی کوئی نہیں مانتا۔ اگر کوئی یوگی ہو میں اڑتا ہے تو بڑائی کیا ہوئی! کیا جیلہ آسمان پر نہیں منڈلاتی۔ اگر کسی نے چھ جینے یا برس دن کی سادھی لگالی تو فائدہ کیا ہوا، کچھ سے پہلے اور پھیلیاں بھی تو زمین کے نیچے برسوں دبے پڑے رہتے ہیں۔ اگر کسی نے اپنی عمر بڑھائی تو کیا ہوا۔ بڑکا درخت ہزاروں برس تک کھڑا رہتا ہے۔ اگر کوئی پانی پر پاؤں جا کر چلا تو ہوا کیا؟ ہم ایک پیسہ طاح کو دے کر دریا پار کریتے ہیں۔ کیا اسی ایک پیسے کے چل کے لئے یہ کیانی کی گئی تھی؟

آج کل ہندوؤں سے سیکھ کر یورپ اور امریکہ والوں نے مسیحیزم و ہینوڈزم و پنہیچازم و ملہزم وغیرہ کئی قسم کے علوم جاری کر رکھے ہیں جنہیں وہ آکٹ سائنس کہتے ہیں۔ یہ بھی جھوٹے ہوئے نادانوں کا گروہ ہے۔ جیسے وہ ویسے ویسے ادنیٰ ویسے بھانے ان کے پونچھ نہ ان کے کان۔

بات سنائی جگ ٹھکڑو من پڑو دھو نانہ  
کھس کیر من لے گیا لکھ چو اسی نانہ  
جو گ، بھنگ، سیوڑا، سنبا سی، درویش  
سارو پو پو پو پو پو پو پو پو پو پو  
پرہنا لکھ چاڑی یہ تو بات سہل  
کام دھن من بس کرن گلن چرمن مشکل

میں نے خود برسوں اسی قسم کے دو ایک سادھوؤں میں اپنا وقت ناحق خراب کیا۔ جس وقت حضور معلیٰ و مقدس کے چروں میں پہنچا، آنکھ کھل گئی، شکوک اور شبہات دور ہو گئے اور اصلیت کا پتہ ہاتھ آیا۔ اب اس طرف سے قطعی عدم توجہی ہے۔ جو کچھ حضور نے تلقین فرمایا، وہ میر چشمی اور فیضی کے ساتھ دوسروں تک پہنچا دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں جو میں نے اپنا کام بنالیں گے۔ جو نہیں مانتے ان کو اختیار ہے۔ میں دنیا کا ٹھیک دار نہیں بن کر آیا ہوں۔ صرف گورو کے قرض کو ادا کرنا اپنا چند روز کا فرض سمجھ رکھا ہے۔

### پنتھالی

مگر افسوس تو یہ ہے کہ پرمارتھ کا جو سلسلہ جاری کیا گیا تھا کال بھگوان نے اس میں بھی دست اندازی کرنی شروع کر دی۔ خود اہل طریقت اور پنتھالیوں میں ایسے ان ادھکار جو شامل ہو کر تنگدلی، تنگ خیالی اور تنگ نظری پھیلانا اپنا فرض سمجھ لیا ہے۔ اگر اور دیتے تھے تو خیر۔ مگر یہ بھی بڑی طرح سے کال پکڑ کے حضور میں ٹوٹے کھانے لگے۔ سمجھ تو جھوٹو کسی کو خاک بھی نہیں ہے۔ نہ گورو کے جن ہی میں شردھا ہے۔ اٹھی سٹلی باتیں گھر کر جیووں کچھرم میں ڈال رہے ہیں۔ آپ خود دوبے اور دوسروں کو دوبا رہے ہیں۔ اختلافات اور فرقا کا یہ عالم ہے کہ جس کو دیکھ کر رو گئے کھڑے ہوتے ہیں۔ ہر چار طرف سے سی آواز آتی ہے۔ ”مرغیو! دوسرے ڈبوں سے بھل کر ہمارے ڈبے میں آکر پھنسی جاؤ۔ اور دوکانداروں کے پاس نہ بھٹکو۔ ہماری دوکان سب سے اچھی ہے۔“ تو صاحب! سنت مت نہ ہوا۔ یہ بھی دوکانداری ہو گئی اور سچ بچ وہ دوکانداری ہے۔

سب سے بڑا جھگڑا جو آج کل کے اکثر ست سنگیوں میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ ”میر انور دہی سنگورہ وقت ہے۔ باقی سب گمراہ ہیں۔“ مگر ایک بھی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جو وقت کے گورو کی بھی سمجھ رکھتا ہو۔ چلے تھے پرمارتھ کمانے اور انکے بڑے غار میں! ہم کو تو اپنا کام بنانا چاہیے یا فضول باتوں میں پڑ کر جنم کو ضائع کرنا چاہیے؟ میں کشمیر گیا تھا۔ وہاں ایسے جھگڑا لوعے جن سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ کرغل انت انت رام صاحب



کو ارٹرماسٹر جنرل کہنے لگے۔ کاش اگر آپ کی تحریر سے دلچسپی نہ ہوتی ہوتی تو میں کبھی نہ ہرگز  
کا نام تک نہ لیتا۔ یہ نہایت تنگ دل گروہ ہو گیا ہے۔

افسوس! کیا بات تھی اور کیا ہو رہا ہے!

کامی سے کر دھمی بڑا جو ہٹ کر مانڈے رار  
سیوک کتے سے بڑا جو گورد دلا دے گار

یہ سنت مت کے سیوک کیسے ہیں جو اُسے بدنام کر رہے ہیں۔ مگر اندھی دنیا کو  
کہا جائے اُس کی نظر سچائی کی طرف نہیں ہے۔ کیر کے فیکر لکیر کو پیٹ رہے ہیں اور بھا  
بھائی کے درمیان تفرقہ مچا رہے ہیں۔ کیا پریم کے مارگ میں آکر ایسا ہی کرنا تھا سوچنے  
اگر ذرا بھی عقل سلیم رکھتے ہو تو ان واقعات کو دیکھ کر خود نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرو۔  
سے کیا کہلوائے ہو۔

سنت پُرش رادھا سوامی صاحب کی پاک بانی کیا عجب اسی موقع کے۔  
کہی گئی ہو۔ اُس کا صرف مطلب خیر ترجمہ یہاں دیا جاتا ہے۔

کال نے جیو دن کو عجیب طرح سے بھر مار رکھا ہے۔ اور تو اور است سنگیوں کے درمیان  
بھی تفرقہ ڈال دے گئے ہیں جو آپس ہی میں کٹے مڑتے ہیں بہت سنگ کر کے بان کو  
کیا فائدہ ہوا جو بھکاریوں کی طرح جی من نہیں بنا اور است سنگی اور است سنگیوں کا  
پریم اور محبت کے بموض دل میں حسد اور بغض پیدا کر لیا۔

است سنگت کر کیا پھل پایا اُن جیسا بھی من نہ بنایا

ان کو اگر کوئی سمجھاتا ہے کہ سنگدلی اور تعصب روحانی مرض ہیں تو وہ ادمر دھیار  
تاک نہیں دیتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سنت مت کے بالکل ادھکاری ہیں  
ہیں اور اپنے ساتھ ناحق اوروں کا بھی نقصان کرتے رہتے ہیں۔

وقت کا گورو

وقت کے سنگورو کی جہاں اور بہت سی پہچان مقدس کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔

ہاں ایک بات یہ بھی ہے کہ

متعلقہ وقت کو سمجھ کر اسی کے موافق تعلیم دے رہتے اور سیکھوں ہی کو سنا سنا کر لکھ کر پڑھائے۔

چلک سوسینکروں ہی طرح کے ہوتے ہیں۔ دیدانتی کو دیدانت کے رُوسے، صوفی کو  
صوف کے نظارنگاہ سے، سناتنیوں کو سناتنی سداہانت سے، سائنس دانوں کو  
سائنس کے پہلو سے، سائنکھیا وادیوں کو سائنکھیا یوگ کی ریتی سے، جوگیوں کو جوگ کے  
قصد اور دوسروں کو انھیں کے خیال کے موافق تعلیم دے کر جو آخر میں سنت مرت کا  
مول ذہن نشین کر کے ست سنگ میں شامل کرنے کی قابلیت رکھتا ہو وہی شخص اصل  
آچار یہ پدوی کا مستحق ہو سکتا ہے اور جو سچے اعترافات کو سن کر مت متوں کے  
ست سنگ سے خارج کرنے کا فتویٰ دیتا ہے وہ آچار یہ کیا ہوا، یہ علم و عقل کا زمانہ  
ہے۔ کوئی شخص سوائے بھولے بھالے اور سادہ لوح آدمیوں کے کسی کی بات ماننے  
ب لگا، عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے دنیا میں سب ہی تو نہیں ہیں جو ایمان  
میں گے! ایک تو یہ خصوصیت ہونی چاہیے۔ اسی کا نام متقضا ہے وقت کی تعلیم ہے اور  
و ایسی تعلیم دینے پر قادر ہو وہی شخص سنگورو وقت کہلایا جاسکتا ہے۔ بے وقت یا اور  
وقت کی تعلیم اس وقت کا نام کیسے ہوگی! ایک تو یہ بات ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ  
وقت کا گورو جلیا سو کی حالت کا پتہ اُس کی شکل و صورت دیکھ کر لگاتا ہے اور اُس کے قدر  
اسی پہلو کو چھیڑتا ہے جس کے دبائے سے وہ راہ راست پر چلے آ جاتا ہے۔ غیر ضروری پہلو کو  
بھی ہاتھ تک نہیں لگاتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ وہ دوکاندار نہیں ہوتا نہ دوکانداری کرتا ہے  
و سیخ نظری اس کی خصوصیت ہے۔ اگر وہ آزاد دل، آزاد فہم اور آزاد باطن ہوگا تو کبھی  
کسی شخص کو قید و بند یا تعصب کی زنجیر میں گرفتار نہ کرے گا۔ آزاد کسی کو پھنسانا نہیں۔ وہ  
خوشی سے اعانت دیتا ہے کہ ہر جگہ ست سنگ میں جا کر جہاں سے جو بات سمجھ میں آئے  
حاصل کرو۔ نیکیوں کی صحبت خواہ وہ کسی طریق کے ہوں ہمیشہ مفید ثابت ہوتی ہے۔ یہ کیا کہ  
ہمارے سوا کہیں نہ جاؤ۔ سنت مت و سیخ نظری کا طریق ہے۔ اس میں تنگدلی کیسی!

یہ موٹی موٹی پہچان کی باتیں ہیں جو یہاں بغیر کسی تصحیح بناوٹ یا تعصب کے قلمبند

کی گئی ہیں۔ سمجھدار آدمی خود سوچ سمجھ کر اپنے لئے نیتو اخذ کر سکتا ہے۔ ناحق کیوں کسی مضمون کو طول دیا جائے۔

اس قسم کا وقت کاسٹنگور ایک مرتبہ پانچ سو برس کے قریب ہوئے جب پیدا ہوا تھا۔ دنیا میں نقشب کی تاریکی کی گھٹائیں گھاٹوپ چھا رہی تھیں۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا تھا۔ اختلافات اور تفرقات کی وہ حالت تھی کہ انسان انسان کا دشمن بنا ہوا تھا جان اور مال دونوں خطرے میں تھے، معبد اور منادر کی حالت ناگفتہ بہ تھی، خون کی ندیاں وقتاً فوقتاً بہتی رہتی تھیں، حقیقت کی طرف سے سب کو بے خبری تھی اور سب نے اُس کے مناظر کی طرف سے اپنی آنکھیں میچ لی تھیں۔

## کیر صاحب

اس وقت کے سنت سنگور کا نام ست کیر تھا اور مذہبی دنیا میں وہ اسی پاک مبارک اور قابلِ تعظیم نام سے مشہور ہوا۔ اب بھی لوگ اُسے اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ کیر صاحب کا ظہور (جہاں تک نوشتہ جات اور زبانی روایتوں سے تعلق ہے) سنہ ۱۲۵۵ بکرمی کی بیڑہ سدی برسات میں ہوا۔ جس وقت محمود تغلق ہندوستان کا بادشاہ تھا وہ سنہ ۱۲۵۹ بکرمی میں سکندر لودھی کے دربار میں آئے تھے۔ اُس وقت اُن کی عمر نوے سال کی تھی اور وہ سنہ ۱۵۴۵ بکرمی میں پورے ۱۲۰ برس کے ہو کر اپنا کام کرنے کے بعد پھر گیت ہو گئے۔

کیر صاحب کون تھے اور کون نہیں تھے یہ ایک سرستہ راز ہے جو اب تک دیساہی حل نہ ہونے والے سوئے کی طرح چلا آتا ہے اور یہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ اگر اور زمانہ ہوتا تو لوگوں کو اُن کی ہستی سے انکار ہوتا اور وہ فرضی شخصیت تسلیم کئے جاتے مگر چونکہ تواریخِ زمانہ میں پرگٹ ہوئے تھے اور اُن کی نسبت موافق اور غیر موافق گردہوں کی شہادتیں موجود ہیں اس لئے اس سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ تھے ضرور اہل اُن کے حسبِ اور اصل نسل کا ممتہ اب تک جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ معتقدین کی روایتیں اُن کی زندگی کے

واقعات کے ساتھ جو وابستہ کر دی گئی ہیں وہ بالموغض روشنی ڈالنے کے اُس بھید کو اور جتنی ایک کے پردہ میں چھپا رہتی ہیں اور کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

اپنے متعلق کیر صاحب نے جو کچھ خود زبان سے فرمایا ہے وہ روحانیت کے شاہین اور علم معرفت کے قابضین کے لئے ضرورت سے زیادہ کافی ہے اور دو عالمِ ازل اور متعلقانِ عیش سے پرہیز کرتے ہوئے اُن کی تعلیم کے سلسلہ، شہد اور ساکھیوں کی صورت اور موقع موقع کی چٹوٹیوں کی شکل میں اُن کی جالی اور جالی زیارت سے اپنے دل کو مسرور و مانع کو پر نور کر لیتے ہیں اور اسی کی زیادہ تر ضرورت رہتی ہے۔ انہیں اس تحقیقات سے لینا کیا ہے کہ وہ کس قوم میں پیدا ہوئے تھے اور اُن کا طرزِ معاشرت کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔

خود کیر صاحب کی زبانی ہے:-

## شہد

اب ہم اوگت سے پل آئے

اس مایا نے جگ بھر مایا میرا بھید نہ پائے  
نا میرے جنم نہ گربھ بھیرا بالک ہوئے دکھلائے  
کاشی پوری میں جنگل ڈیرا تھاں بولا بانے پائے  
نا میرے گن دھرن پین نامیں میں ہوں گیان اپارا  
آتم روپ پرگٹ پنج جگ میں سوئی نام ہمارا  
نا میرے استی رکت نہیں چرما ہم تو شہد پرگٹ  
دیہہ پار پار پر شوتم کہیں کبیر ابنا سی  
اس بانی کے مطلب خیر ترجمہ کی صورت اس طرح پر ہوگی:-







باز نہیں رکھ سکتا۔ اس طرز تعلیم کے موجب کیر صاحب ہی تھے۔ بعد ازاں جو سادھو اور سنت پیدا ہوئے ان کے معتقد اور پیرو ہوتے گئے۔

اوپر کی عبارت سے کیر صاحب کی ذات پاک میں ہندو دھرم کی طرف داری کا دھبہ لگتا ہے جو شان فیر کی برخلاف ہے۔ کیر صاحب نہ ہندو تھے نہ مسلمان تھے۔ وہ کہتے تھے اس کا باؤٹائیس خود پتہ ہو گیا، ملک کو اور یہ ملک کے ان پر سی جکتوں کو جو اس کا نام دیتے، اسے ذات پات کے بندھن کو توڑ دیتے ہیں۔ لیکن اگر اسے طرف داری اور حمایت ہی مان لیا جائے تو اس کا سبب یہ تھا کہ ہندوؤں میں اس وقت ادھکاریوں کی تعداد عقائد مسافروں کے زیادہ تھی، وہ جس طرح بڑھم کا پرشواوتار جکتوں کی حمایت اور دھرم کی سختی کے لیے ہو کرتا ہے، اسی قدر انی قانون کے بموجب سنتوں کا ظہور و حمایت پسند ادھکاریوں کی رہبروں کے لیے ہوتا ہے۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کے سوا کیر صاحب نے وہ ہندوؤں کی تو بنیاد چتیا بندھن کے زمرہ معتقدین میں کثیر التعداد مسلمان بھی شامل کئے۔ اس پر آگے چل کر مزید ذکر کیا جائے گا۔

و معتقد مسلمان اس محلہ سے گذرتے لڑکوں کو رام نام گاتے ہوئے سن کر کہتے یہ مس کے سب کا فرور ہے ہیں۔ کیر صاحب موقع پسند طبیعت لے کر آئے تھے۔ چونکہ وقت کے منت سب سے بڑے مفتضا، وقت، صحت، وقت اور غرور، وقت کے موقعوں پر ہیں وکے تھے۔ وہ اہیں سنا کر کہتے:-

گلا کاٹ بسل کریں۔ سو کا فسر بے بوجھ  
دروں کو کا فسر کہیں۔ اپ کفر نہ بوجھ  
لہ ۱۰۰ ز پیر ہیں۔ جو جائیں پر پیر  
جو پیر نہ جائیں۔ سو کا فسر بے پیر

کیر ہندی کے شاعر

یہ ہمیشہ سادھی اور شید ہی میں جواب دینے کے عادی تھے۔ قدرت نے ان کو فطرتاً

شاعر بنایا تھا۔ ہندی زبان کی تقویت دینے والے بھی کیر صاحب ہی ہوئے ہیں اور اگر ہندوؤں میں قومی تعصب نہ ہوتا تو وہ کیر صاحب ہی کو ہندی کا بڑا چھتسم کرتے۔ ان سے پہلے اس ملک میں ہندی نظم کا نہ رواج تھا اور نہ کسی نے اس قدر نظم میں کثرت کے ساتھ کام کیا ہے۔ زمانہ اس بات کا شاہر ہے۔ تاہم اچھے بھکت، ان میں افسار کرتے ہیں کہ بانی اربوں کھرب ہے کرتا پڑس کیر۔ چند گوی پنی: انزلت نظم پر وہ ختم کر کے موت کی گود میں صدیوں پہلے سوچا تھا۔ کیر صاحب آئے اور بڑا کثرت کو وجود ہندی کا جامہ پہنایا۔ بے شمار مشبہ کہے، اور چالیس کی چوٹی سے لے کر اس کا رن تک اور دوا کا سے لے کر جگتا پوری تک ان کے شیدوں کی تعداد بڑھت کی طرف بہت بڑھ گئی۔ ان کے پیچھے کے بعد کے مسلمان معتقدوں نے ان کا رجسٹر کلام من کر لیا۔ انہوں نے ان کی دباتے تھے۔ سچائی اثر سے خالی ہیں۔ وہ مت تر ہو جانے لگے اور تب جواب پے جاتے تھے۔

مگر اس سے کوئی نتیجہ نکالنے کو تمام مسلمان درندہ کرتے تھے۔ اس بات کی آمد کب ہو سکتی ہے۔ خود ان کے ماں باپ کو شکایت تھی۔ وہ پتے تھے کہ یہ وہ صاحب پتے اور اس کا عقائد مسلمان نہیں۔ دھنی دھرم داس جی نہ نہ نہ کیر صاحب کے ہم عصر ہی تھے۔ ان کے گوردھم جیلے جی تھے۔

دنیا میں نئی تقسیم، نئی ایجاد، درستی تراش فراش، رواج اکثر بنیہ منی لغت اور مرمت کے نہیں ہوتا۔ ان سب سے کیر صاحب کا عقائد کرنا مذہبی تواریخ میں نیا داند نہیں ہے۔ ہمیشہ سے ایسا ہی چلا آتا ہے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا کرے گا۔ یہ اس زمانہ میں رہا سوا مہمت کی کم مخالفت کی گئی ہے۔ اکثر غلط فہمیاں پھیلائی گئیں۔ خود بھوپر کتنے ظلم ہوئے مگر سچائی آخر چمک بقیاب ہو کر آتی ہے۔

جب ہندو مسلمان کسی کا زور نہیں چلا کاشی کے پنڈتوں نے ایک تدبیر سوچی۔ وہ کیر صاحب کے پاس آئے۔ دیکھا کہ پیشانی پر راما ہندی تک لگا رکھا ہے، گھٹے میں کنٹھی ہیں گئی ہے۔ ایسی پاتی جگہوں میں بیٹھے ہیں اور محلہ کے لڑکوں کو ساتھ لے کر ام نام کا بندھتے ہیں۔





شیو جگوان کا طریقہ گیان کا مذہب ہے۔ وہ امانت اور اس کی تمام شخوٹوں کی بھشتی کا تعلق شیو ہمارے جگ کی ذات سے ہے۔ اس نظر سے جگتی کی ستوگنی، کرم کا مذکر رجوگنی، درگیان کی توگنی حیثیت ہے۔ سوائے نادان جگر، لو آدھیوں کے دوسرے لوگ جو ابھی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں کبھی ان پتیوں کے صحیح تسلیم کرنے سے کما کر کریں گے۔ تو جگنی اور رجوگنی سطحات کو سن کر کسی کو ناک جنوں سکڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ مذہبی۔ ہونہ ہیں من کا تہہ ست سنگ میں وسیع پیمانہ میں بخشا جاتا ہے۔ جن کو ست سنگ منہ نہیں ہے وہ انہیں جیہ وینہ پرکش کر تے ہیں نہ سمجھنے اور سمجھنے پر تہہ در ہوتے ہیں۔ گیان کا مذہب اس دہرہ سے نوکھی کہا جاتا ہے کہ تم سب کا ادھار ہے۔ اس میں ٹھہرو کی شستی ہوتی ہے۔ اس میں منہ علی در در منہ رہتی ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو تو دنیا کا کرم ہو سکے گا نہ دین کا۔ اس کی زندگی حیثیت ہے۔ یہ ابتداء اور انتہا دونوں ہی ہے۔ رجوگنی میل جول کی درمیان حالت ہے۔ دستوگنی اپنی بچھ کا نام ہے۔

ان تین گنوں کے ایشٹاؤں کے مذہبی معاروں نے تین مقامات فیہ کھے ہیں۔ وشنو شیر ساگر میں رہتے ہیں جو بالکل زل، سفید اور صاف ستھرا ہے۔ اس پر مہروں چھن والے نہریے سیس ناگ کے بستہ پر وشنو کرم کرتے ہیں۔ کستھی، یوں دہاتی، ہستی ہے۔ دیوتا خدمت کرتے ہیں۔ سمندر ہی تمام میرے بوجھ کی کھان ہے۔ وہ وہ سب است ایہ ہے اور وہی زمینی نظام کے قدیم رکھنے کا ذریعہ ہے۔ پانی اگر نہ ہو تو زندگی روجھ ہو جائے اسی وجہ سے وشنو کے ذبے جگت کے پانچ پرکشن اور سنبھل کرنے کا فرض کیا گیا ہے۔ سیو کی حیثیت سب سے سچی ہے۔ وہ کیلاش کی چوٹی پر رہتے ہیں۔ پہاڑ اور پتھر وہ درہ کے سخت سے جس اور توگنی ہیں۔ شیو کی جاسے گنگا نکلتی ہے جو بہت بہاؤ کی اور شستی کی ذبے والی ہے ان کے سر پر سانپوں کی جٹا جٹا ہے۔ گھے میں نہر ہے پر بکار پاروتی ان کی سوا میں ہے۔ گھے میں منہ مال پڑا ہے۔ بھوت پشاج و فیرو سیوک ہیں۔ پانی پینے کے لیے کھوڑی دی گئی ہے۔ شیو جی کو یہ شکل اس وجہ سے دی گئی کہ وہ سنگھارنا ہیں اور سب کے ناش کرنے والے ہیں۔ گیان کی یہی حیثیت ہے۔ وہ سب کا ناش کرتا ہے۔ یہ پانی اوستھا ہے۔

یوگ و فیرو کو جٹا کر اسے جگتی کا نام دیا جو وسیع نظری اور وسیع دماغی کا یقینی ذریعہ ہے۔ میری باتوں پر نہ جادو شریہ جگوت جیتا کا بخور ملنا نہ کرو۔ یہ مختصر مگر ایسی کل کتاب ہے جس میں ہر قسم کے مذہبی خیالات کا سمجھنا نہ کب بنایا گیا ہے اور ایک ایسی دل پسند شکل قائم کی گئی ہے جو ہر ایک شخص کے کشش کی باعث ہے۔

یہی تعلیم دیے کا ڈھنگ۔ کہ صاحب کی ذات میں نظر آتا ہے۔ انہوں نے مختلف طریقوں پر مختلف بیووں کو چتایا ہے۔ کہ صاحب نہ آج جیسے فیر تھے اور نہ کسی ایک کیر کے پیٹنے کی ہر ایت کرتے تھے۔ جو اس طرح کا بیہ نظر اور وسیع نظر ہو اسی کو وقت کا ستگور کہا جاتا ہے اب خود فرماتے ہیں۔

کنت، بکت، بہت ہیں۔ متھ کاڑھے تے اور

بہت ہی ذریعہ بھشت کرنے والے بھگوان نے والے مذہبی متادوں کی کمی نہیں ہے مگر وہ سب نہ کر سکتا اور ہر کوئی کا لیتے ہیں وہ خود سے ہیں اور انہیں کا نام وقت کا سنت سنگو ہے۔ یوں دھنی سنو۔ نے ساگرام صاحب ہا ذریعہ اسی طرح کے ستگور وقت تھے۔ شریہ کی جگت کے تذکرہ کے ساتھ اب یہاں ان کے مذہبی سلسلہ کے بتانے کی بھی ضرورت تھی۔ ان کی ہر تہہ پڑھنے والوں کو پتہ لگ جائے کہ کس طرح جگتی پتھ کی بنیاد قائم کی گئی ہے۔

## ویشنو دھرم

ویشنو دھرم میں ایک بزرگ ہوئے ہیں جن کا نام شٹ کوپ تھا۔ یہ بہت پانی اور بیوت ذات کے دی تھے۔ ان کی قوم اکثر تھی۔ ان کے بند میں وشنو سہیو کی عمارت ٹھہری کی۔ جو کہ یہ جگت تر گنا تک ہے اس سے مذہب میں بھی تینوں گن ست، سچ اور تم کا عام وجود ہے اور ان کے تین دیوتا ہیں۔ وشنو، برہما اور شیو توگنی ہیں۔ ان کے تین طریقے ہیں۔ وشنو کا طریقہ جگتی مذہب ہے۔ اور اس کے ایشٹاؤں میں۔ برہما کا طریقہ کرم کا مذہب ہے۔ وشنو کا طریقہ جگتی مذہب ہے اور کرم کا مذہب ہے۔ تمام شخوٹوں کے بھشتا تا رہا ہی ہیں۔









مردوں ہی کا ہوتا ہے، اس وجہ سے وہ بند ہے۔ تمہارا صرف ادھار ہی تہہ  
سمان ہوتا ہے۔ (۱۳) اسی طرح اے براہمن! اگر کوئی شخص صرف جنیو پتے ہی  
براہمن ہوتا ہے تو ماری طور سے لے لے میں کیوں نہیں جنیو ڈالتے۔ وہ تو جسم کی  
شہورانی ہی رہی۔ وہ سنا پرستی ہے اور پانڈے جی! تم اس شہورانی کا پر دھا  
ہوا کھانا آخر کیوں کھاتے ہو؟ (۱۴) دیکھو نہیں، کبیر کہتے ہیں۔ سنو، سنو رکتو، حقیقت  
کی نظر سے) بندہ اور سالانوں دونوں کی یکساںی رہا ہے۔ یہ عجیب مجھے سنگورو نے  
سنا۔ کسی نے باب کو ر م کہا۔ کسی نے ٹھڈا کہا۔ (لفظوں ہی کا تو جھگڑا ہے)۔

نصرت سے یہ سہولی بدلی نہیاں تھیں۔ انھیں فیض و غضب کی بار سے سرخ ہو گئی تھیں۔ محبوب و عزیز با شوق و کوشش کہ سب کے سب جنگ ہو گئے۔ ترکیر صاحب کو مسلمانوں نے چھوڑ دیا۔ نصرت کرنے والے والے اُلٹے پاؤں واپس گئے اور اُن کی مسلمانیاں بھی ہونی تھیں نہیں ہونی اور پھر کسی نے بعد ازاں نصرت کے لئے باز پرس نہیں کی اور وقت کے سنت سنگور کو اُن کے خیال کے حوالہ کیا۔

## چوناس

دعوم مچ گئی۔ کاشی پوری کے جہد و جدوجہد میں بڑھ چکی تھی۔ شہر کے گلی کوچوں میں لوگ  
 کہنے لگے: ایک تیرہ لاکھ روپے کے گھر میں عجیب و غریب لڑکپیدا ہوا ہے جو نہ ہندو ہے نہ  
 مسلمان بلکہ دونوں ہی مذہبوں کے آدمیوں کو مانگ لے گئے۔ کاررواستہ دکھاتا ہے۔ اس  
 کی زبان پر نہ سوتی بستی ہے۔ کسی کی باتیں نہیں مانی۔ جو کہتا ہے زالی اور بے تکی  
 سب د باتوں کو اپنی دلیل سے کاٹ دیتا ہے۔ بحث کرنے والے لا جواب ہو جاتے ہیں  
 ۔ لاشاک کوئی انہوں پر قہر ہے اور دشمن سے قہر ہے۔ پھر تو لوگ گٹ کے قہر اس  
 ڈاک کے دیکھنے کے لئے آنے لگے۔ مخالفت و رد و امت نے شہر کا کام دیا۔ جو یاہو  
 پور گیا۔ سورت شہل پاکیزہ تھی۔ ایک تو اس کا اثر دوسرے خوش زبانی اور خوش بیانی کا  
 جادو ہے۔ سونے پر سوہاگر کام دیتی تھی۔ مانتے زبان سے نہ کہتے تھے۔ اس جادو کی  
 اصل ہند نہیں بلکہ دعوم ہونا تھا۔ آپشندوں کی بانی مجسم ہونا نہ مناسب فی زمانہ بلکہ

ہے۔ گفتگو سیدھی سادھی، زبان پچھل جیسی سہل، اور دلکش تقریریں پسند ورموثر ہوتی  
 مثال۔ کوئی بات ویل سے خالی نہیں رہ سکتی یہ کہ نہ کسی شہرت کا پران۔ کسی گردنی  
 سند باجو کہتے تھے اپنی کہتے تھے۔ کسی کا حیاں عادت نہیں بیٹے تھے۔ کبیر صاحب کے یہ  
 مانگ تا نگ کا کوئی کام نہیں ہے اور نہ انھوں نے وہ شامتر سے اپنی تعلیم اخذ کی ہے۔  
 جو اس طرح نہیں سمجھتے وہ نادانی کرتے ہیں۔ اگر پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل کا مسند  
 کسی پر صادق آسکتا ہے تو وہ صرف کبیر صاحب کی ہی ذات پاک بھی جاسکتی ہے۔  
 میں یہ عجیب و غریب شخصیت ہوئی ہے جس کے کمال کو ایک نرانی عقل کو اندر اور  
 میران ہونا پڑتا ہے۔ وہ بات کی بلند خیالی اور بلند پروازی۔ ساتھ ہی یوگ کا بادیں بنا  
 زوونیت کے رموز کی گرہ کشائی، علم برغان کی باہم کیفیت تک پہنچنے کی رسائی۔ سب  
 کے سب ان کے کلام میں پختہ ہیں۔ سمجھنے اور یاد رکھنے کے ذہن نشین کرنے کی  
 ترکیب نرالی، اور زبان کھلتی ہے اور دل میں بات کا مطلب خود بخود داخل ہوتا ہے  
 زبان میں کئی رس ہیں۔ کہیں کسی کو ویل سے سمجھاتے ہیں۔ کسی کی خیالی گفتی کی رہنمائی  
 لکھوں سے سمجھاتے ہیں۔ کہیں ہنس کر مذاقہ باتیں کہہ دیتے ہیں۔ کہیں یہ بس شہرت  
 کرونا رس سے بدلیتے ہیں۔ آپ کا کلام ہے۔ کہیں کبیر چٹوڑاں۔ جہاں جس تھاں نہ  
 اگر وقت کو سنت سنکڑ کوئی کہا جاسکتا ہے تو وہ کبیر صاحب ہیں۔ ان کو نہ کچھ بون  
 زندگی اور ان کے کلام سے وقت کے سنت سنکڑ کی سمجھ حاصل کرو۔ فنون جگرڑوں میں زک  
 ناحت کیوں اپنا اور دوسروں کا انفصال کرتے ہوئے زیادہ رکھو سوداگراں تو درکنار وہ اصل پونجی  
 بھی کھو بیٹھو گے۔

## آٹا مارگ

پہر چار کا سلسلہ زور شور کے ساتھ جاری رہا۔ جو آہ فیضیاب ہو گیا۔ کاشی میں اُتر واپسی  
دائر کی طرف پہنچنے والی اقدس گنگا کی دھارا دیہہ نکلی۔ جو سنان کرنے آیا شانت، ورسٹیل  
ہوتا گیا۔ اُتر نام ہے پیچھے کا۔ کبیر صاحب کا مارگ اصلی وطن کی طرف بڑھا کرے جانے کا ہے۔  
اسی وجہ سے اُسے اُن مارگ کہتے ہیں اور جس کو پتھ پر رفت کی کہانی کرنی منظور ہوتی ہے وہ

کس کو ملے، رنگ کی فہ سے سب سے بہت اس لئے طریق کی تسمیہ صاحب نے  
 کی تھی اور سب پر اس پر ن دھنی تصویر ہوا جسے اسے ملے کر کے بیوں کو بخت ہے۔

### منہد

منہد تیاگو سادھوا الٹ چلو اسمانا ہوا  
 سادھو ر دھن سو می مت کا کیوں سمجھے بھنا ہو  
 منہد کوئی بھیدی پاوے جا کے لگے گورو کا نا ہو  
 منہد ہی سب سہ سوئی الٹ بھانا ہو  
 منہد بے کنی بھن تب پنت منہد بھانا ہو  
 منہد سوت من پرودھے نہیں کوئی کرم کرنا ہو  
 منہد تویم سب بدھی اتم گھٹ کی راہ لگاتا ہو  
 منہد دیر گ کا سر جو سمجھے تہی بیہ گرتلنا ہو  
 منہد میں جو نہیں کوئی تو بھے تہا سے چپ رہنا ہو  
 منہد من گن تو بھے ۔۔۔ تاک نشنا ہو  
 منہد یون ثرن بھاری اب پرکھا گورو گیانا ہو  
 منہد سادھو کے لئے ہے وہ دنیا کے کسی مت سے نہیں ملتا اور نہ اس کی  
 منہد کو حاصل ہوتی ہے۔

اس لئے کہ صراحت اگر اس حد میں ہیں کی گئی تو وہ رادھ سو می جوگ

میں کر دی جائے گی۔

یہ ہمارے  
 جب ذرا اور سیارے ہوئے گھر کے کام کاج میں باپ کا ہاتھ بٹانے لگے۔ جولا ہے  
 کام سیکھنا، تانا بانا، تننے لگے۔ پڑے کا تھان بنا کر گھر سے باہر لے جاتے جو قیمت ہوتی کل  
 سے زیادہ کبھی نہیں مانگتے تھے۔ ابتدا میں آدمی قیمت تو مائی خانا کو دے دیا کرتے  
 تھے اور آدمی غیر اور من جوں کے کام آتی تھی۔ بعد ازاں آدمی کا بیشتر حصہ نہرت کر دیا  
 جاتا تھا۔ ان کی مٹی متال سے ٹوڑا اور ٹھکان دونوں درجہ کے یہاں نہ ہو گئے درجہ  
 حق و مال کی روزی کے کسی کی دی ہوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے۔ اور اگر کوئی شخص روزی  
 دینا چاہتا تو یہ کہہ کر مال دیتے تھے کہ اگر تمہیں کیر من لے گا کہ گھر میں غیر محنت کے کوئی چیز  
 آتی ہے تو سخت ناراض ہوگا، ورنہ برا بھلا کہے گا۔

ایک دن پڑے کا تھان لے کر بازار میں گئے۔ لوگوں نے قیمت پوچھی۔ آپ نے پائی  
 روپے بتائے۔ سب کہنے لگے تین روپے سے زیادہ اس کی قیمت نہیں ہے۔ اور کسی نے  
 انھیں پانچ روپے نہیں دئے۔ وہ تین دن متواتر بازار کا پکر لگاتے رہے۔ تھان فروخت  
 نہیں ہوا۔ چوتھے دن ایک دال دے۔ یہ چھ کس دم پر تھان چوگے باؤھوں نے کہا۔  
 پانچ روپے ہے مول نہ زیادہ۔ اس نے پانچ روپے بن کے حوالہ کیا اور بن کے سٹے  
 سات روپے دام بنا کر اسے سات روپے میں کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا۔ کیر صاحب یہ  
 تماشہ دیکھ کر ہنسے اور یہ ساکھی کہی :-

پانچ ٹکے کا دوپٹا ۔۔۔ سات ٹکے کو بجائے  
 سانچے کہوں تو ماننے نہیں۔ جھوٹے جنگ پتیاے  
 آج کل یہی حال زیادہ کا ہو رہا ہے۔ سچا سودا سچی جگہ سے کوئی نہیں لیتا۔ جو  
 ڈینگ دینا کرتا ہے اس کے چیلے چائے بہت ہو جاتے ہیں مگر جو سچی بات کہتا ہے اس  
 بے چارے کی کوئی بھی نہیں سنتا۔  
 ناپے گا دے توڑے تان تاکا دنیا راکھے مان



بھنڈا، کا تمام انتظام کر دیا اور یہ بدنامی سے بچ گئے۔

جاگو راکھے سہائیاں۔ مار نہ سکتے کوٹے

بال نہ بانگا کر سکے۔ جو بگ بیری ہوئے

گورو جتا و آسان کام ہے مگر جیلان کر گورو کو بھی رہا پر گانا نہایت شعل، ات ہے  
ہم یہ نہیں کہتے کہ کیر صاحب سی لے دنیا میں ایسی زبردست مثال دیتی ہے۔ ممکن ہے  
در بھی کسی نے ایسا کیا ہو۔ مگر ہم کو ایسی جتنی مثال اور کوئی نہیں ملتی جس میں جیلان  
میں تو گورو کا جی گورو رہا ہو اور جیسے کی کیفیت میں۔ در پس مرتب کی نظر سے اس قسم  
کا فرض ادا کیا ہو۔ اوتار بھی چیلے تھے مگر جہاں تک ہم کو علم ہے ان سے بھی نہیں ہو سکے۔  
ہر مانند جی کو اپیش دینے کی دہری مثالیں کافی ہیں۔

## جہاں گشت

صوفی، درویش اور فقیروں کے جتانے کے ڈھنگ کچھ دہری تھے یہ ہیں صرف  
شارہ، گناہ، لطیف اور ستین جن سے کام لیا جاتا تھا۔ روایت ہے جہاں گشت  
ای بنداد کا ایک صوفی سیاح کیر صاحب کے کمالات کی شہرت سن کر بنارس میں منے آیا  
آپ کو خبر ہو گئی۔ دوسرے دن حکم دیا کہ دروازہ پر سوؤر باندھ دو۔ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ  
مکان کے تھوڑے کے میں بیٹھے ہوئے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ صوفی آیا، جب اس کی نظر  
سوؤر پر پڑی دل میں بے چین ہو گیا۔ مسلمان سوؤر کے، بیکھنے تک کو برا سمجھتے ہیں در سے  
رام جاتے ہیں۔ غصہ اور نفرت کے جذبات کے زیر اثر آکر اس نے مٹی بھری دوٹوئے کا  
ارادہ کیا۔ آپ نے آواز دی: ”جہاں گشت! تم تو میری ملاقات کے لئے دور دراز کا سفر کر کے  
آئے تھے۔ پھر بغیر ملے ہوئے واپس کیوں چلے جاتے ہو؟“ اس نے نظری۔ کیر صاحب  
کی مسکراتی ہوئی جمالی صورت کی زیارت ہوئی۔ ”تو اب یہ لانے کے بعد ہوا:۔“ حضور نے  
ابہ حرام کو باندھ کھلبے: ”کیر صاحب نے تہقید مارنے کیوں جہاں گشت اپنے تہ حرام  
بھڑ ہے ہو وہ ماہر باندھنے کی تہر سہے باندھ۔“ لہنے کا رہا، جہاں میں تو جو خیال جس بنا

سایہ بات کبیرا کہیں سب کے من سے اترے ہیں

اوسر سے دن جب باز در میں گئے ایک سادھو ملا کہینا لگا سہ دی زور کی  
پڑ نہی ہے۔ کیر اور جتنے کو نہیں ہے۔ انھوں نے ادھا تھان پھاڑوینا پیا۔ اس  
نے کہا آدھے سے کام نہیں بکھے گا۔ پورا دے دو۔ کیر صاحب پورا تھان، اس کو د  
کہا، آج کا سو دا پور رہا۔ سکی تھان، مٹی گھر میں گھسنے نہ دے گی یہ تو کسی طرف کو چل  
سی نے ان کا سو دا دیکھا اور باتیں بھی سن لیں۔ کھانے پینے کا سامان کثرت سے د  
ان کے گھر لے گیا۔ مٹی کو لینے سے انکار تھا۔ اتنے میں کیر صاحب آئے اور وہ سامان  
کے کرے سب درختا ہوا کو تقسیم کر دیا۔

کیر صاحب درختی فقیر کی شان کا خاصہ ہے۔ اتریہ کہا جائے کہ کیر صاحب مغلیہ  
میں بھی بڑے در پست سے تو ان کی تعریف کیا ہوئی، یہاں صرف اسی قدر جتانے  
کی ضرورت ہے کہ جو کچھ ان کے ہاتھ آتا تھا اور کپڑے کی جو قیمت ملتی تھی اس کا زیادہ  
حصہ محتاجوں کے خیم آتا تھا۔

## برائمنوں کا طریق

برائمنوں نے ساری بات دیکھی۔ پیچھے پڑ گئے۔ دان وکتا کے لئے تنگ  
کرنے لگے۔ ایک دن کسی دیکھی برہمن نے ان کو دھمکی دی کہ اگر مجھے دان نہ دو گے  
تو تمہارے بامشکل ہوگا۔ آپ نے جواب دیا۔

کیا میں گھر کا بوجھ پھوڑا

کیا میں ہاش پرائی ماری

کیا میں لگی پرائی ماری

جب اسے لہجہ نہ ملا دھمکی دے کر چلا گیا اور دوسرے ہی دن ان کے ذیل اور  
بلے آبرو کر کے لے تمام شہر میں مشہور کر دیا کہ پور غاشی کے دن کیر کے گھر پر بڑا بھنڈا رہ  
ہوگا جس میں دور دور سے سادھو آئیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفیق مقربہ پر ان کے دروازے  
کے سامنے بیٹھ گئی۔ نہیں کہ خبر تھی مگر مالک نے خیر کی مستعد اور شرم کو بھکتوں نے



سے جو نے طعنہ دے کر چٹانے کے اور کوئی بہت سیدیر سمجھ میں ہیں آئی۔ اور طرح پر وہ سمجھنے کے لئے تیار کب ہوتے ہیں: مگر وہاری طعنہ زنی کی عادت کہنے کو تو سب کچھ بڑا بھلا کہہ سکتے مگر کوئی بڑا نہ مانتا تھا کیونکہ کبیر صاحب کے دل میں بڑائی نہیں تھی وہ وقت کے سنت ستور تھے۔ مقتضاً اور مصلحت وقت کو سمجھتے تھے۔ اور اس طعنہ کے پردہ میں سچی بہداری چھپی رہتی تھی۔ بسا اوقات آدمی اُن کی باتوں کو سُن کر ہنس دیتے تھے۔ مگر کبیر صاحب کی باتوں سے کی بات دل پر اثر کرنے سے خالی نہیں ہوتے پائے ایک لکھ صاحب کی داک میں نظر آتا ہے۔ ورنہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ مت مت نہر کے تھکڑوں میں بڑھ کر جب کسی کے اصول کا کھنڈن کرتے ہیں تو دشمنی کی آگ بھڑک جاتی ہے اور مرنے مارنے کی نوبت آجاتی ہے۔ کبیر صاحب کی زندگی میں ایک بھی ایسے واقعہ کا غور نہیں ہو جس میں مذہبی تعظیم کے سلسلہ میں کہیں بھی بڑائی جھگڑے کی نوبت آئی ہو۔ اُس کا سبب صاف ظاہر ہے کہ وہ ہمدردِ فطریق تھے۔ اُن کی نیت دلازاری کی نہیں رہتی تھی۔ وہ صرف چٹانے کے لئے شبہ اور ساکھی کہا کرتے تھے اور دوست دشمن دونوں آپس میں کُرس کر چیت جاتے تھے اور خوش رہتے تھے۔ کبیر صاحب طعنہ زنی کے موقع پر سخت زبانی سے بھی بہت کام لیتے تھے مگر سب ہنستے رہتے تھے اور اُن کے متفقہ ہو جاتے تھے۔

ایک مثال تو اور دی جا چکی ہے جس میں سختی کے موقع پر انھوں نے براہمنوں کو طعنہ دیا تھا کہ تم تو جیو پھن کر براہمن بنے ہو مگر تمہارے گھروں کی عورتوں کے گلے میں کہاں جیو ہے۔ وہ جنم کی شہ رانی ہیں اور دو جنمی نہیں ہیں۔ اُن کے ہاتھ کا پروسا ہو۔ کھانا کھا کر تم بھی شودر کے شودر ہو جاتے ہو۔ دوسرے موقع پر آپ نے براہمنوں کی ہٹ اور ضد کو دیکھ کر یہ نہایت ہی سخت کلامی سے بھرا ہوا شبہ سننا تھا۔

نشد

پانڈے پنن قصبی  
سادھو! پانڈے پنن قصبائی

۹۳۹۶۵

ہے جہاں بہہ ہوگا وہاں یہاں کیسے نہ ہوگی۔ اگر کہا جائے کہ سب بڑ بڑ ہی بڑ بڑ ہے تو بھگے مایا کی ہستی تسلیم کئے ہوئے کسی کو بڑ بڑ کے جتنے بھی بنے اور سوچنے سمجھنے کی تیز کیسے نہ کی بڑ بڑ نامہ ہے پھیلے ہوئے عید گل توشہ کا۔ عین درمید گل ہونا صفت ہے۔ صفت ہی کا نام بابا ہے۔ بابا ہی کو گُل کہتے ہیں۔ پھر س سے تو صدف ثابت ہے کہ بڑ بڑ وادی ایک دریا ہو مایا ہی کے لیٹ میں پڑے ہوئے ہیں۔ ابھی تک وہ صفات کے طبقات سے ڈپٹے نہیں پڑے۔ ذات کے علم سے انھیں بے خبری ہے۔

توحید

توحید کی ڈنگ مارتے رہنا خود توحید کی بطلان در تردید ہے۔ اس زبانی توحید کے رد کے لئے کسی کو اور دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ایک ہی ہے تب ایک دوسرے کا بڑ بڑ کیسے ہوتا ہے۔ بجز دو کی ہستی تسلیم کئے ہوئے کوئی کیا کسی کو سکھائے گا، کیا بتائے گا، کیا اس سے ظہر نہیں ہونا کہ توحید اور توحید پرست اپنے اصول سے خود گڑے ہوئے ہیں؟ توحید نامہ سب ادیب واد کا یہ ادبیت وادی ناحق گویا پھاڑ کر ادبیت ادبیت چاتے رہتے ہیں ورنہ نہاد کے لئے دروں کو مجبور کرتے ہیں۔ انھیں تو خود اپنے اصول سے بے خبر ہے۔ پھر یہ حقیقت تک رسائی کیسے پیدا کریں گے؟

پتہ تو ان کو چتا و نیاں

وہ بتاتے ہیں کہ جب اس طرح سمجھا کرتے تھے۔ اور انصاف پسند طبیعتیں بطور خود ان کے لئے بھانپنے لگتے تھے۔ عریقہ موثر تھا یا نہیں؟ اور آیا وہ سچی سچی حقیقت تھی؟

پتہ نہاد اور براہمنوں کو وہ طعنہ دے کر سمجھاتے اور اپنی شہ رانی کی موت دیتے تھے۔ یہ تو نہاد کے ہونے والے نہیں تھے۔ مغرور آدمی کسی کی نہیں سنت۔ جس میں علم در گیاں کا کھنڈ ہوتا ہے وہ تو دوسروں کو جب دیکھے گا نفرت ہی کی نظر دیکھے گا۔ اس جہ





بھی جلسے کی تاہم وہ اس طرح جھگڑتے ہیں:-

سنو سنو سو سو کبیر

جھرا را را را کبیر

کبیر! ہم تو آئے تھرے گھر میں آئے ہم تھرے جہان

ماتے بہن سے اپنے کہہ دو کریں ہمارا مان دیج  
لیکن کبیر صاحب کو کیا پڑی تھی کہ اُن سے اچھتے۔ یہ بدنام ہوتے رہے مگر پاد  
کے کام کو کبھی ترک نہیں کیا اور براہمنوں کی مخالفت کام نہیں آئی۔ تعلیم کا سلسلہ برابر جاری رہا  
اور وہ اب تک جاری ہے اور سنگور آشیر باد دیں کہ وہ ہمیشہ جاری رہے!

## معمولی آدمیوں کو پتانا

معمولی ذہانت کے آدمیوں کو وہ گیان کی باتیں نہیں سناتے تھے۔ ان غریبوں کو اُس  
کی ہوا تک نہیں لگتی تھی اور اگر وہ کہتے بھی تو یہ سمجھتے کس طرح اُن کے سمجھانے کا ترکب او  
ہی تھی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کمالی کبیر صاحب کی منہ بولی بیٹی گنوں پر پانی بھر رہی تھی ایک  
براہمن آیا۔ جیسٹہ مہینہ کا دن گرمی سے مارا ہوا۔ آپس کی شدت سے اُس کی زبان باہر  
نکل پڑتی تھی۔ وہ اپنے آپے میں نہیں تھا۔ کسی طرح گرتے پڑتے وہاں پہنچا۔ غریب اچھی طرح  
بول نہیں سکتا تھا۔ ہاتھ سے اشارہ کیا کمالی نے اُسے اپنے گھر سے لے لے کر لائی پلائی۔  
کمالی سے پوچھا "تیری ذات کیا ہے۔" اُس نے جواب دیا "میرا اب مسلمان ہونا ہے۔"  
یہ روئے لگا دلائے! میں دھرم سے ہست ہو گیا۔ براہمن جاتی ہے۔ حق کا راج ہو۔ اب  
میں براہمنوں میں نہیں مل سکتا ہوں۔ مرجاتا تو اچھا ہوتا۔ تو نے مجھے حق سے خطے کا  
پانی پلایا اگر پہلے ہی بتا دی ہوتی تو چاہے میں مرجاتا مگر پانی بھی نہیں پیتا! کمالی دل میں ریشا  
ہوئی۔ اُس نے تو اُنہ۔ نسبت میں اُس کی حالت کو دیکھی مگر اُس کی جان پرانی  
اُس زمانے میں۔ کمالی نے بہنوں کو سب سب کے ساتھ کی جانی تھی درجہ کو بھی ذات

آدی نادانت بھی کوئی کام ایسا کر گئے نہ تھا جو ذات پانت کے قدموں کے برخلاف ہوتا  
تھا۔ درپاسے کسی کو اُس کا غم ہوتا نہ ہوتا مگر پھر وہ خود ہی اپنے آپ کو اپنی قومیت کے  
دائرہ سے بیحد کر لیتا تھا تاکہ ادریل کے بھی سنسکار بھر شٹ نہ ہوں۔ آج کل کی طرح  
مٹا دی۔ بیکاری اور دھوکا بازی نہیں تھی۔ اسی طرح کوئی اپنی ذات کا آدی جان بوجھ کر کسی  
اوپنی ذات کو دھوکا نہیں دیتا تھا۔ کمالی نے دل میں غور کیا۔ براہمن سے بولی "مجھے رشت  
پانت اور دھرم اور عزم کا گیان نہیں ہے۔ میرے باپ بڑے سمجھ دار آدمی ہیں۔ اُن کے  
پاس چلو وہ شاید تمہیں کچھ بتا سکیں۔" براہمن کمالی کے ساتھ کبیر صاحب کے پاس آیا۔ کمالی  
نے سارا حال کہہ سنایا۔ کبیر صاحب ہنسے۔ اُس وقت یہ شبہ گا کر اُسے سنایا۔

## شبند

پندت بوجھ پیو تم پانی

جانی کے گھر میں بیٹھے ت میں سرشتی سانی  
چچین کوئی جا دو جہاں بنے منی جن مہس اٹھی  
پرگ پرگ پیو گھر گاڈے تے مہی مانی ماسی  
مجھے کچھ گھر پر رہا ہے رُدھم نہر جل بھسریا  
نڈیا یہ رنگ ہی آوے پتو ماس سب مہریا  
ہاڈ جھری جھری گول گل دودھ ہاں تے آوے  
سو تم پاندیے جیون جیٹھے مٹھا ہی چھوت لگا ہے  
دیہ کتیب چھوڑ دو پاندے اپی سب من کے کرما  
کہیں کبیر سنو ہو پاندے اپی سب تھرے دھرا



کیر کا نام کیا ہے؟

لڑکی کہنے لگی تعجب کی بات ہے۔ یہاں اکثر سادھو فقیر آیا کرتے ہیں۔ میں نے اس قسم کا نام اذیت اور بھی کبھی کسی کا نہیں سنا۔

کیر صاحب نے کہا سچ ہے۔ ہم ان سے بنا رہے ہیں۔ سب کا نام ذات بھیک ہے کیر کا ہیں ہے۔

وہ مزید سادھو لوح عورت ان کی جھول بھلیاں سے اور بھی متغیر ہوئی۔ اسنے میں وہاں دھوب کے ستائے ہوئے اور بھی کئی سادھو آگئے۔ وہ تہہ اذیت میں چھپتے۔ لڑکی سب کے بچنے کے لئے غلغلاہ غلغلاہ ساتھی کے کیریاں میں نارہ دودھ لے آئی اور توست نے پی لیا کیر صاحب نے اپنا پالہ زمیں پر رکھ دیا۔ سادھوؤں نے پوچھا آپ کیوں اس پینے؟ کہنے لگے۔ ایک سادھو اور آ رہا ہے۔ یہ اس کے لئے ہے۔ لڑکی دلی سو می آپ بنا تھتہ پینے دودھ اور سو دھ ہے۔ اس سادھو کو بھیٹ کیا جائے گا۔ بولے میں سدا بائی ہوں ٹوٹی نے کہا۔ مہاراج اسدھو کیسا انھوں نے جواب دیا۔

شید ہارا ہم شید کے شید ہریم کا کوپ جو چاہے دید اور کو پرکھ شید کا دودھ

دو دن کے بعد ان ہی وہ لگی اتنے میں گنگا بارگہ۔ سو می جس کی خبر کیر صاحب سے دو دن پہلے پوچھا۔ کیر صاحب نے دیکھ کر اس کے۔

اس سادھو نے پوچھا کہ تو کس سے کہتا ہے۔ میرے ماں اب وہاں میں کہاں رہتے ہیں اور وہاں کا بیارہا ہے۔

لڑکی نے سنے مہاراج میں نہیں جانتی کہیں دیں ہوں کہیں کس سے اور وہاں؟ سو می نے میں ایک بن کھنڈی بہاں رہتے تھے۔ ان سے اکثر

سے جانے والے میرا حال پوچھا کرتے تھے۔ جو کچھ وہ ان کو کہا کرتے تھے وہ میں آپ کو ہی سناتی ہوں۔ بابا جی مہاراج کی زبانی ہے۔ وہ ایک دن دیکھ کے کہ رہے مہاراج گئے تھے۔ گنگا کی دھارا میں کالے کپڑے سے پٹی ہوئی کوئی چیز ہی آتی تھی۔ انھوں نے اس کو پکڑ لیا۔ جب کپڑے کو کھولا تو بھوکو پایا۔ وہ بچہ کو اٹھا لائے اور دودھ پلا کر پرورش کی چونکہ بچہ کو انھوں نے کالی ٹوٹی میں بندھی ہوئی پایا تھا اس لئے میرا نام ٹوٹی رکھا اور اسی نام سے وہ تہہ لگی بھر بھوکو پکارتے رہے۔ اب ان کا دیانت ہو گیا ہے۔ انھوں نے فریاد تھا۔ کسی نہ کسی دن کوئی مہاتا آجائیں گے۔ وہ بترا اذکھار کر دس گئے۔ اس لئے میں ایک جو سادھو آتے ہیں ان کی ٹہل سو اکیا کرتی ہوں۔ یہ میری مختصر کہانی ہے

اس کے بعد لڑکی کی توجہ کیر صاحب کی طرف گئی پوچھا سو امی جی۔ بھوکو کچھ پیش کیجئے۔ بولے۔ سادھوؤں کی خدمت است نام کا جاپ گورو کا ست سنگ یہ میرے لئے آئیش ہیں۔ اسے ٹوٹی سادھو کی سیوا کا بہت بڑا چل موت ہے۔

سادھو ہجاری آتا ہم سادھن کے جیو سادھن میں ہم یوں ہیں جنوں پنے مدھے گھو جنوں پنے مدھے گھو ہے توں رمیا سب گھو کھٹنا بکنا بہت ہیں متھ کورھیں تے اور

ٹوٹی کی آنکھیں کھل گئیں۔ اتم اذکھاری تھی۔ بھوپتر مدھ تمام سادھو ساں کے سادھوؤں کے بھیٹ کر دیا اور آپ کیر صاحب کے ساتھ کاتھی میں ملی آئی اور وہاں کے گھر میں رہ کر سادھوؤں کی ٹہل سو اکیا کرتی تھی اور کیر صاحب کا پیشہ سیکھ کر جو ہنی کی طرح کپڑے بنتی تھی۔

نعمان نے شروع شروع میں سمجھا کہ لڑکا دلہن ہے آیا ہے۔ مگر بعد کو یہ خیال غلط ہو گیا کہ وہ کیر صاحب کو سو امی جی کہا کرتی تھی اور بزرگ گورو کی طرح ان کی تعظیم کیا کرتی تھی۔ روایتوں سے کہیں یہ نہیں لگتا کہ کیر صاحب کی شادی ہوئی تھی۔ وہ دنیا میں آزاد مطلق کی صورت میں تھے اور تعلق اور بے تعلق دونوں سے غلغلاہ رہ کر جیوؤں کو چٹائے رہے۔

سی طرح کال اور کمانی بھی صرف اُن کی روحانی اولاد تھے۔ اُن سے جگت بنو بار کے موافق پیدا نہیں ہوئے تھے۔ یہ بات اس وجہ سے نہیں کہی جاتی ہے کہ اس سے کسی قسم کی بڑائی جنائی مقصود ہے بلکہ یہ حقیقت ہے اور ہم نے کہیں بھی کوئی بات کیر صاحب کے صاحبزادے ہونے کی نسبت نہیں مطالبہ کی۔

## دیشنوں کی چٹاونی

ایک موقع پر کئی دیشنوں سا دھوم جمع تھے۔ بھکتی بھاؤ کے چیلے کے سلسلہ میں اوتاروں کی بہانہ گجرت گارہے تھے۔ کیر صاحب بھی وہاں پہنچے۔ دیشنوں نے انہیں بھی کہا رام کی حکمتی کرد۔ سننے لگے ایک نے پوچھا آپ ہنستے کیوں ہو؟ کہا ہم سچ نہیں کہہ رہے ہیں؟ کیر صاحب نے جواب دیا۔ تم ایسی بات کہہ رہے ہو جس کی تم کو خود سمجھ نہیں ہے یاد آؤں گی، توں پر اگر کسی دان آدمی کو ہنسی آجائے تو تعجب کیا ہے؟ انہوں نے پوچھا یہ کیسے؟ کیر صاحب بولے۔ سنو۔

جگ میں چاروں رام ہیں تین رام بنو بار  
ساھی یو تھنا نام رنج سارہے تاکا کرد بچار

## چوپالی

ایک رام دشر تھ گھر ڈولے ایک رام گھٹ گھٹ میں بولے  
ایک رام کا سکل پسا را ایک رام بزرگن سے نیا را  
کون رام دشر تھ گھر ڈولے کون رام گھٹ گھٹ میں بولے  
کون رام کا سکل پسا را کون رام بزرگن سے نیا را  
تم میرے سوال کا جواب دو، تب میں جانوں کہ تم سمجھ دار ہو اور سمجھ بوجھ کر کہتی کرتے ہو۔ وہ لا جواب ہوئے۔ اُن سے کوئی جواب نہیں بن آیا، کہنے لگے آپ ہی اس جگہ کو خانے۔ تب کیر صاحب نے اپنی زبان کھولی۔ سنو۔

## چوپالی

اکار رام دشر تھ گھر ڈولے بزا کار گھٹ گھٹ میں بولے  
بند رام کا سکل پسا را بزا ملب سب ہی سے نیا را

## ساھی

رام کرشن اوتار ہیں ان کی ناہیں مانڈ  
جن صاحب نے جگ رچاتا ہی نہ جنہی رانڈ  
کیر سیوے تاسو کو دوجا سیوے ناہ  
رہے بزا لا مانڈتے سکل مانڈ تہی ناہ

دیشنوں سا دھوم اس کام کو سن کر دنگ رہ گئے اور چونکہ من کو زیادہ جاننے کی خواہش ہوئی کیر صاحب نے ایک لمبا ستبہ سنایا جو بیک میں اس طرح آیا ہے۔

آوے جائے سو مایا سنو آوے جائے سو مایا

ہے پرتی پال کال نہیں داکو نہیں کہیں گی نہ آبا  
پچھو مکی مقصود کچھ پتو ہونا شنگھاسر نہ سنھار  
ہے دیال زردہ ہیں وا کے کہو کون کو مارا  
وے کرتا نہ درآہ کہاویں دھرتی دھرے نہیں بھارا  
سب کام صاحب کے ناہیں جھوٹ کہے سنھارا  
چھوٹا کھنڈ چھوٹا چھوٹا چھوٹا چھوٹا چھوٹا  
چھوٹا کھنڈ چھوٹا چھوٹا چھوٹا چھوٹا چھوٹا  
ہرناکش کچھ ادرے بدار ہے سو نہیں کر سکا ہوئی



چنچ با من رُوی نہ بلی کو جانیچہ جو جانیچہ سو  
 بنا بویک سکل جگ جھنڈے مایا جگ بھرمایا  
 پڑ شو رام کشری نہیں مارا ای چل مایا کینھا  
 سنگورو بھگتی جیہ نہیں جانے جیو آبتیھا دینھا  
 بھرجن ہار نہ بیا ہی سستیا جل پھون نہیں بندھا  
 دے رگھوناتھ ایک کے شمرے جو شمرے سو اندھا  
 گوپی گوال گوگل نہیں نے کرتے کسری نہ مارا  
 ہے مہربان سنن کو صاحب نہیں جیھا نہیں ہارا  
 دے کرتا نہیں بوڈھ کہاویں نہیں دیر کو مارا  
 گیان نہیں کرتا کے بھرنے مایا جگ سنگھارا  
 دے کرتا نہیں جھئے کھنکی نہیں کلنچ ہی مارا  
 ای چل بل سب مایا کینھا جنن سنن سب ستارا  
 دس ادنار ایشوری مایا کرتلج کے جن پوجا  
 کہے کیر سو ہو ستو ۔ اپنے چہرے سو دو جا  
 دورا

سادھو اس پڑاڑی کو شس کرتا ہو گئے جگ سوال کیا۔ جگن! آپ نے چار رام  
 تائے اور اوتار رام کا کھنڈ کر دیا۔ اُس چوتھے رام کی پاستا کیسے کی جاتی ہے! کیر بولے

لے جل پرل ہیں بادھا تہ جہان سے عالی ہے غفل۔

### چوپالی

نن نوک کو سب کوئی دھاو چوتھے دیو کا مرم نہ پاوے  
 چو تھا چھوڑ پنچم چست لادے۔ کہیں کیر بھرے ڈھنگ آوے  
 نین گفن کی جکتی میں بھول رہا ستار  
 ساکھی کہیں کیر ست نام بن کیسے اڑے پار

پھر کیر سانب نے سادھوؤں کو سمجھایا جسے ہم اپنی زبان میں کہاں بیان کرتے ہیں۔  
 "دوستو! تم تو اہل ہی سخی لستے کی عکسی کرتے ہو جس کا پیل سو اضمہ مرن کے اور کچھ  
 ہیں ہے۔ جس رام کو تم پوج رہے ہو وہ صرف وراثت پُرش کا اوتار اور اُس کا اس ہے یہ  
 وراثت اور اُس کی دو اونچی حالتیں حد کے اندر ہیں۔ وراثت کی دو اونچی حالتیں کا نام  
 واکرت اور پرزیا گرہ ہیں۔ یہ تین نام برہمہ کے ہیں اور یہ برہمہ ان نہیں، انہوں کی دو  
 گت تکس یعنی تین گن والا ہے۔ نین گن ناقص کہلاتے ہیں اور اس وجہ سے برہمہ ہی  
 نقص سے خالی نہیں۔ اور اُس کی اپاستا خواہ دو تھے وراثت کے درجہ کی ہو خواہ اونچے  
 او یا کرت اور پرزیا گرہ کے اور جگ بونانس ہی کہتے گی۔ جیسا جیو ناقص اور محدود ہے  
 جیسا ہی۔ برہمہ بھی ناقص اور محدود ہے۔ جیسے جیو تین گن کے پیٹ میں پڑا ہوتا ہے ویسے  
 ہی برہمہ بھی تین گنوں والا ہے۔ تین گن ست و راج اور تم ہیں اور تین گنوں کے اثر سے  
 جیسے جیو کی تین حالتیں ہیں ویسے ہی ان تین گنوں کی وجہ سے برہمہ بھی ان سے اوجہ ہیں  
 ہے۔ جیو کی تین حالتیں جاگرت سیتن اور سو شپتی ہیں۔ برہمہ کی بھی تین حالتیں جاگرت  
 سیتن اور سو شپتی ہوتی ہیں۔ جاگرت میں جیو کا نام و ستو، سیتن میں جیو کا نام سیتن اور  
 سو شپتی میں جیو کا نام پراگتہ ہوتا ہے۔ جاگرت میں برہمہ کا نام وراثت سیتن میں برہمہ کا  
 نام او یا کرت اور سو شپتی میں برہمہ کا نام پرزیا گرہ ہوتا ہے۔ دونوں کے ہوا داک  
 جیسے ہوتے ہیں۔ جیسا جیو ویسے برہمہ۔ پس اس برہمہ کی پاستا سے کہی کی نکلتی تھی  
 ہوگی! جب برہمہ کی خود ہی مکتی نہیں ہے تو جیو کو اُس کی پاستا کرنے سے کیسے مکتی مل سکتی

ساکھی بندھے کو بندھا ملا سب پر صی رہا بندھا  
سیوا کر زبندہ کی نرت ہی دے پھر اے

مد بست کے دیوتا کی آپا سنا سے مد ہی میں پڑے رہو گے۔ اس عمل سے تم کو  
اپنے آپا سر دیو سے او بے تو نہیں ماسکتے: آپا سنگ کبھی آپا سیہ دیو سے اونچا ہوا  
دیتا یہ ہمیشہ یاد رکھو۔

ساکھی

مد بندہ بن گیا یا ٹھیکرا ہاتھ  
بھیا بھکاری رام کا درشن یے ناتھ  
مد میں یو نہ پائیا جی میں بھر پور  
مد بید کی گم بکھے تاتا کہ جو تصور  
مد بندھا بید رٹ پل لکے اور  
منوا تھاں لگائے جہاں بابے اہند تو  
مد چھوڑ بید گیا شونہ کی استھان  
نئی خ گم پادے ہیں تھاں بھ کو پیرام  
مد پچانڈ بید گیا رہا زنتہر ہوے  
بید کے میدان میں کبیر سکھ سے سونے  
مد میں رہے سو مانوا بید رہے سو سادھ  
مد بے مد دونو تھے تن کا متا اگادھ

اوتار رام کا درجہ وراثت سے بھی اونچا نہیں ہے۔ اب تم سمجھو بڑبھم کا یہ اوتار تم کو  
کیسے چھڑا سکے گا۔ اس نے جنم دھارن کیا اور اس نے شریر کو تیاگ دیا۔ یہ تم کو معلوم ہے  
پس اگر تم اس کی آپا سنا میں گے۔ ہے تو بات کیا ہوئی!

اس لئے تین گنوں کے درجوں سے کسی اونچے پر کی آپا سنا کرو تب تمہارا کچھ کام  
بنے۔ اسی کو چوتھا پہ کہتے ہیں۔ مگر اس چوتھے پر میں بھی نقص ہے جب اس کو چھوڑ کر چیم  
دستھا میں چپت لگنا چہ ہو تب ہی اکریر کی بات سمجھ سکو گے۔ اس وقت ہم سے اکر  
پوچھو کہ کس نام کی بندگی کرنی چاہئے تب ہم تمہیں بتا دیں گے۔

سادھو کیر صاحب کے چروں میں گرے۔ ان کے متفقہ ہوئے اور ان کی مستانت  
کی برکت سے تھوڑے ہی دنوں میں کچھ کے کچھ بن گئے۔

جینیوں کو چتاوئی

جینیوں کو جس طرح کیر صاحب نے سمجھایا ہے وہ بھی زالی ہی ترکیب تھی۔ یہ فرماتے ہیں

رہنی

جینی ۱۰ دھرم کا مہم نہ جانا پاتی توڑ دیو گسر آنا  
دونا مردا چھپا بھولا مانو جیو کوئی سسم تو  
اویڑ تھوی کاروم اچارے دیکھت جنم آپنا ہارے  
نا کر حال ہوے اگھڑ کو جال چھو درشن میں بن گوی

مطلب اس کا یہ ہے کہ جینیوں نے بھی دھرم کے مہم کو نہیں جانا۔ لیکن مجھے تو جیسے چور  
کی ٹینگ مار تے سہتے ہیں۔ جیسے غاں توڑ دینا کا ایک ذوق بھی نہیں ہے۔ زنتہ کے  
جس تے پھول، دونا اور مردا کو وہ توڑ کر اپنی دیول میں لاتے ہیں کیا ان میں جیو نہیں ہے؟  
ایک ایک میں دو چار نہیں کر دوں ہی جیو جنتو موجود ہیں۔ انہوں نے بغیر کچھ بڑبھم کے

کے غلا دا ہر کو پختہ کر رکھا ہے۔ کیا یہ زمین بطور خود جو نہیں ہے؟ اس کے نہ ختم ہونے کا کھڑنا  
وہی ہے جسے کسی کے جسم کے اونگے کو فوجنا۔ ہر گز غلا دا ہر اور غلا تقویر میں لگے  
وہ کیا ان کا جنم پھیل نہیں گیا اور وہ پے پے لگے ہوئے نہیں ہیں؟ وہی وہ ہے کہ کھڑنا  
دلے موقع موقع پر بھولا ہوا بتاتے ہیں بھلب بہت دانش ہے۔ بات کچھ ہے اور آدمی کو کچھ بتایا  
ہے در غلا خیال کا شکار ہو جاتا ہے۔

### جیورکشتا

جیورکشتا بہت سچی بات ہے۔ کیر صاحب ہوں میں بہت زور دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں  
پر محض گوشت کھانے پر ساری عمر لعن طعن کرتے تھے۔

### ساکھی

آج ہر پھلی کھائے کے کوئی گنو دے دان  
کاشی کروٹ سے مرے تو بھی نہ ان  
خوش کھانا ہے کھیچڑی مایں پڑے ملک فوان  
میں پرایا کھانے کو کھا دے کون  
مہتا ہوں کہہ جات ہوں کہہ جو مانے  
جا کا گھنم کالی ہو سو کالی ہے  
مانس اماری راکشس یہ نیشے کر جان  
تا کی سنگت ناکرو ہوئے جھکتی میں دان  
مانس پھریا کھات ہیں نہ ایمان سول بہت  
تے ز کے جائیں گے نہ پتا سمیت  
مانس جھکے بدرا پئے اور بیوا سنگ کھائیں  
جوا بھیل چوری کریں جڑا مثل سے حایں

مانس مانس سب ایک ہیں کیا مرغی کیا گائے  
آنکھوں دیکھ نہا کے تے ز کے جائے  
پانی پو جا بیٹھ کے بھکے مانس مدد دے  
ان کی دیکھت کشتی نہیں کوئی زک پھل پوسے  
پش کا چوکا دیا ہڈی پکیا ہڈ  
چھوٹ چھات جیتے کرے تن کی گوروت رہتی  
جیو پتے ہنسا کرے پڑکٹ پاپ ہر ہوت  
ان میں پاپ انیک ہیں پنیہ نہ دیکھا کوئے  
بکری پانی کھات ہے تاکہ کڑھی کھال  
جو کوئی بکری کھات ہے تاکہ کون حوال  
انڈے کن بسل کے پھلی کیا حوال  
جھپ کے رس سو د میں یہ نہ بھیا ہے حال  
نڈ جتے کریم کا کب کیا فسران  
نیا بھاو ہر دے نہیں ذبح کرے حیوان  
قذھی کا بیٹا مرا دل میں سالے پیر  
وہ نہ حب سب کا پتا کہا ان بے پیر  
پیر سین کی یک سی مورکھ جانے ناہے  
اپنا گھ کٹاے کے پھیت سے کیوں ناہے  
دن کو روزہ راکھتے رات بڑھت ہے گائے  
یہ خون وہ بندگی کیسے خوشی خداے

کتہ سوئی پر سب جو جلنے پر پیر  
جو پیر پیر نہ جانتی سو کافر بے پیر  
ہندو میں دایا نہیں رسم ترک میں نانہ  
ہیں کبیر دونوں گئے لگو چور اسی ماٹہ  
مسلمان کے کروہے ہندو کے تنوار  
کہیں کبیر دونوں چلے بل کر جم کے دوار

تنگہ لی سے یہ بات نہیں کہتے اور نہ ہم مذہبی عقیدہ کی نظر سے کبیر پرستی ہیں۔ درندہ و گوں کو کھنے کا حق تھا کہ یہ کھے محض مذہبی حمایت یا پیشیت کی وجہ سے اسلحاں کے ہاتھ میں۔ ہم نے بغور اُن کے کام کا مطالعہ کیا۔ دوسروں کے خیالات سے متاثر کیا اور یہی درست نہیں۔ سب سے اُدنیایا اور یہ دعویٰ بے دلیل نہیں ہے۔ بھی تنگ و گوں کی نگاہ سبک دینہ کی دین نہیں گئی۔ وہ چونکہ معمولی اور دیہاتیوں کی زبان میں ہیں اس لئے اب تک تسلیم شدہ گروہ کی زبان میں نہیں ہوا ہے۔ مگر بوقت آہستہ اور شاید آج ہی گیا ہے اور امید ہے کہ کبیر صاحب کے علمی اور قلبی خزانوں سے فیضیاب ہونا یا فخر سمجھیں گے۔

## کبیر بانی

اس عجیب وں و دماغ کے فوق بشر انسان سے اس قدر کام کہے میں کہ جو بطور خود ہر کس بناس کے عجب کام پید کر دیتے ہیں۔ سو نظم کے در کچھ نہیں کہ یہ جہاں جاتے تھے مشابہ سا کھی رہی دینہ ہی ہوتے تھے۔

ہم نے تو ایسا بھی سنا ہے کہ کبیر صاحب دودھ، دہی، گھی، تہد وغیرہ کے استعمال سے پرہیز کرنے لگے کیونکہ دودھ پینے کا حق صرف بھڑے کرے۔ انسان کو کیا حق ہے کہ اس کو مذہب سے محروم کرے اور پھر کیا یہ دودھ لوں سے ہیں صاحب؟  
ذہنیاتیت انتہا پسند ہو جاتی ہے اور اس سے انسان جہ سے وہ جانوروں کے واسطے آدمیوں کا کلا کاٹنے لگتی ہے درپور ہے تو بسک سے مان ہے۔ غرض تو اور ہے۔ دھرم کا مرم بھی اور ہے مگر یہ اسی کو دھرم سمجھ لیتے ہیں اور اس کے سلسلہ میں طرح طرح کے ادھرم کے مجرم بنتے ہیں۔

کبیر صاحب کے منت سستور وقت تسلیم کرنے میں صرف نادانوں ہی کو اعتراض ہو سکتا ہے۔ صی خصوصیتیں کہ ایسی شخصیتوں سے منسوب کی جاتی ہیں ان کی ذات پاک میں موجود نہیں۔ کبیر مجسم ذات اکبر ہیں اور روحانی خیالات کا کوئی بھی ایسا پہلو نہیں ہے جو ان میں نہ رہا ہو۔ یہ روحانی اور روحانی ظہور کا ایک عجیب و غریب واقعہ ہوا ہے۔ مشاہدہ کرنے والوں کی حیرت کے لئے غیر معمولی نظارہ ہے۔ کبیر صاحب کی زندگی کا جس قدر غور کرے گا اسی قدر اس کی حیرت بڑھتی جائے گی اور آخر میں وہ صفت مزاج ہے تو اسے تسلیم کرنے سے انکار نہ ہوگا کہ کوئی دنیا کا بشری پیر پستون کے گرد تک کو نہیں پہنچا اور ان کے ساتھ ان کی مشابہت نہیں ہو سکتی۔ ہم کسی تعصب پر

ذاتی رول صاحب ہیں گزشتہ میں کوئی ہزار کرتا پرش کبیر ہیں نانہ کبیر صاحب چتر بھگت گو بند پرشن کبیر تارن تارن میں نکھیہ کبیر ہیں تارن کی نانہ شرن کبیر صاحب کی ذات پاک کے تحقق صرف ہمارے ہی ذاتی خیال اس قسم کا نہیں ہے بلکہ درندہ گوں نے بھی اس قسم کے جاویر گٹ کئے ہیں۔ کبیر صاحب ذلیل قوم و مسلمان ذلیل ہیں ہوسے ہیں جو کسی پرہیز کی عادت میں پڑے تھے۔ کوئی خاص بات دور رہی ہوگی تب تو سب ان کے قدموں میں ٹھکے ورنہ ہندو خاص کر کب ان کو ماننے لگے تھے۔ یہ سب سے زیادہ بڑے تہوت ان کی بزرگی اور عظمت کا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مسلمان صوفیوں میں کہ صاحب کمال گند ہیں مگر یہ تو ایک بھی ایسا بزرگ مسلمان فقیر نظر نہیں آتا جس کے موقد ہندو بہ شرت ہونے ہوں گے۔ ہندوؤں میں ذات پانت کی سختی جس دور کے ساتھ ہے وہ سب کو معلوم



ہے۔ یہ آسانی کسی کسی کی طرف رجوع ہونے والے نہیں ہیں۔ جو لاپے کا مقتضی ہو۔  
معنی رکھتا ہے۔

## ناگک صاحب

گورو نانک صاحب برکہ صاحب کے نام مقید ہیں ورنہ شمعیں ہیں یوں فرماتے ہیں۔  
 ساری عمر تپ کیوں کا سی دانت بچھے گھر کے باسی  
 ہا سی گھر ایک سماں چنوئے گھر، رشتے رام  
 نانک صاحب صاف لفظوں میں اقرار کر رہے ہیں کہ گہیر رشتے رام تھے۔ انہوں نے  
 سوال کئے جانے پر سدا ان باب کے سامنے کہا تھا۔ گہیر جیہا پاک بود۔ گہیر ذات خدا بود۔  
 نزک یا بری ہیں، اس کا کچھ ذکر نہ تھا۔ آج کل کے نانک پتی غلطی میں پڑ کر ان کو گہیر حکمت اور  
 بھکنت کیہ کہا کرتے ہیں۔ انہیں اس بات کے تسلیم کرنے سے انکار ہے کہ خود گورو نانک صاحب  
 گہیر صاحب کے نوشتہ چھپیوں میں سے تھے، اور براہ راست ان سے نہیں آیا تھا۔ جن کو گورو  
 نانک صاحب نے پایس۔ زرہ پھینٹ پر مٹھا کر پر مارا تھا اس کا سودا مول لیا تھا وہ آخر تھے کون!  
 یہ سوچتے "بھینٹ پائی نہ ہونہ۔"

وَادُوصَا حَب

راجپوتانہ کے دو صاحب سر کے چوڑوں کے قابل تعظیم فرشد تھے۔ ان کو کسی بزرگ نے نہیں دیا تھا جس کو دیکھ کر سب کی دست مانتے ہیں اور ان کے اور کثیر صاحب کے درمیان کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ دو صاحب کی بانی سنئے۔

کاشی پنج گہر لئے کبیر بھروسے وام  
سنڈی صاحب ملے دود پورے کام  
میرے گنت کبیر ہیں براور نہ برہوں  
دادوتیں طلاق ہے چت اور نہ دھڑہوں

مگر وہ بدبختی فقیر جی سی ناد فی کے حکم پہ نے کہ وہ بھی بیج کل کبیر صاحب کی غفلت کے تسلیم کرے سے پہنچتی کرتے ہیں۔

ان غرض اس قسم کے ہے تو کلامِ مشائخ کے بانٹتے ہیں جن سے یہ صاحب کی عظمت کو کیونچہ بت لگتا ہے۔

کسی نے اس جی

یہ میرا ہی خیال ہے کہ وہاں کے بھگت بہو، سب کی بانی میں موجود ہیں اور  
کئی انصاف پسند برٹوں سے بھی ایسی جی رہے ہیں کہ وہاں تک کہ گوسا میں کسی نہ کسی  
مہاراج جو تاجا جی کے ہمسفر اور لافانی، سس چیز، زین کے زندہ جاوید منصوبہ میں نہایت  
جی زور دار لہجہ میں فرم گئے ہیں۔

سارے دوستوں کو سب کچھ بتا دیا۔ بہت دنوں پہلے سے سوچ رہا تھا کہ  
 پھر سب کو بتا دیا۔ اسی دن تمام چاہنے والے  
 کہتے ہیں۔ جو کچھ ہے وہ حق تھا کچھ نہ تھا۔۔۔ اسی دن سے کچھ بقیہ رہا تھا  
 دو سو تو اس لمحے میں آئے۔ اور تمام کے سہرا تھے۔ یہاں تک کہ  
 یہاں سے دیکھ کر تمام ہی۔۔۔ یہاں سے تھیں رہا۔

یہ ایک سچے انسان کی تہادوت ہے جس میں نہ مکر ہے نہ جھوٹ ہے اور سچ سچ  
گوسا میں کسی داکس جی نے ہو رہا ہوں کے اور کچھ بھی مسموم نہیں کیا۔ خوں سے ہتیس  
رائٹیں کھیں ہیں۔ کوئی دزدہ دزدی ہے۔ کوئی سب سے دزدہ۔ کوئی جہاد دزدی ہے۔ کوئی میت دی  
ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان میں مانس جہاد مانس سب میں خاص ہے جس کی دلدھری کی ایک  
دنیا قابل ہے اور باوجود مخالفت اور مخالفت کے بھی۔ تاکہ جس کی دلدھری کو کوئی  
صدمہ نہیں پہنچا اور نہ کوئی پہنچا سکتا ہے۔

ملوک داس و غیرہ

ہوا کے بدانتہی کی اور غارتگی کی یہ کہ نہ اوسے دیکھو یہاں خور و اعطام میں

سائنس کا شہادت ہے کہ انسان کے جسم کا یہ حصہ جسے ہم کہتے ہیں کہ وہ

ایک خاص قسم کا جسم ہے جس میں ایک خاص قسم کا مادہ ہوتا ہے جسے ہم کہتے ہیں کہ وہ

ایک خاص قسم کا جسم ہے جس میں ایک خاص قسم کا مادہ ہوتا ہے جسے ہم کہتے ہیں کہ وہ

ایک خاص قسم کا جسم ہے جس میں ایک خاص قسم کا مادہ ہوتا ہے جسے ہم کہتے ہیں کہ وہ

ایک خاص قسم کا جسم ہے جس میں ایک خاص قسم کا مادہ ہوتا ہے جسے ہم کہتے ہیں کہ وہ

ایک خاص قسم کا جسم ہے جس میں ایک خاص قسم کا مادہ ہوتا ہے جسے ہم کہتے ہیں کہ وہ

وہی کبیر وہی مست ناما سب سستین کو وہی پہچان

تیرا کاج انھیں سے ہنگام مست بھٹکے تو تیرے بھان

اگر چیتہ اور سپردا تھک رہا ہو عمری پکچشت اور تنگدلی کی تھک دینا ہے تو اسے

پنتہ اور سپردا کو خواہ وہ کوئی کیوں نہ ہو دور ہی سے سلام کرنا چاہیے۔ ہم نے خود کو پہچان

اس واسطے نہیں کیا کہ تم سگدل، تنگ خیال اور تنگ نظر بنیں۔ ہمارا مقصد اور مقصد

وہی ہے کہ دنیاوی اور دنیوی نظریہ کا ہے اگر کسی فقیہ میں شہر ہوئے سے یہ بات یہاں

ہوتی ہے تب تو فیک ہے۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہم ہمیشہ کہتے ہیں کہ فقیہ

### فقیروں کا مذہب

فقیروں کا مذہب ہے۔ یہاں اگر گنگولی کیسی کسی مذہب کا ہے تو وہی مذہب

کیرمہا حب

بکیر صاحب حد درجہ کے بسیط نظر تھے۔ جیسا کہ اُن کے لاشانی کلام سے ظاہر ہے۔ مذہبی خرابیاں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ کمال کے جلالت میں کوئی شخص ہمیشہ کے لئے اُن کی بیخ کنی نہیں کر سکتا۔ سنت اور سادھو آتے ہیں اور سکھاریوں کی زندگیاں سدھار جاتے ہیں۔ وہ معراج پسند ہوتے ہیں۔ اُن کی اخلاقی اور روحانی حالت اس قدر اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے کہ آدمی کو دیکھ کر حیرت ہونے لگتی ہے مگر ایک ہی آدمی پشت کے بعد سلسلہ بگڑنے لگتا ہے۔ سبب وہ نشیں یا گندی نشیموں کی وہ حالت نہیں رہتی۔ وہ خود غرض شناس پسند و زیر دست ہو جاتے ہیں یا لکیر کے فقیر بن جاتے ہیں۔ جماعت بڑھ جاتی ہے۔ شاگردوں کی کثرت، دہماء رہنے لگتی ہے۔ انھوں تو ان کو ہوتا نہیں جو اصلیت کی طرف بے جایا کرتا۔ سوادِ نقل اور تقلید کے بغیر اور کچھ نہیں سوجھتی اور دنیاوی نمود، مال و دولت کی کثرت، اور آدمیوں کا جھوم ان کو معراج آدرش اور آئیڈیل سے گرا دیتا ہے اور وہ دوسرے سماج اور سبھا کے پیروکاروں کی طرح کفر، منقلب اور سنگدل بن جاتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ نتیجہ کا سلسلہ فوٹکل پلٹتا ہے مگر یہ بھی اسی پر مارتا ہے کہ کورس رہتے ہیں اور ان کے شاگرد ان سے بھی بدتر رہتے ہیں۔ بکیر صاحب نے اذعروج کی۔ اپنی بانی میں سمجھانا شروع کیا کہ چاہے اور بگڑ جائے کرامت کی چیز ہو مگر پرمارتا میں اس کا یہ دستور نہیں ہے اور جو لوگ جماعت پسندی کی نگاہ رکھتے ہیں وہ سچے سنت اور مہاتما کے پیچانے میں تعصیر کرنے لگتے ہیں کیونکہ ان کی سمجھ میں جس کے پاس زیادہ بھیڑ بھاڑ رہتی ہے وہی فقیر یا سنت سمجھے جانے کے قابل ہے۔ اس مطلب کا بھی کہیں ٹھکانا ہے!

گمیر صاحب کی بانی ہے۔

پھوٹی آنکھ پڑیک کی نکلے دست دست اسنت  
جا کے سنگ دس بیس ہیں تاکا نام دہنت  
اسی سلسلہ میں سچے سنت اور سادھو کی پہچان کے متعلق فرماتے ہیں۔

یہ ہوا اتل ہوا، دُکھ سے قلم بنا، تو رکت کی بات ہے، لیکن اُس پر مہمانِ حیات کا مضمون ہے۔ دہرہ میں ہم نہ فِ علم حاصل کرنے پاتے ہیں۔ اُسے اپنے گئے کا ثوق تو نہیں بناتے، اگر بنا کرتے ہیں تو وہ بھی مدھن اور مدھنہ کی زنجیر ہو گیا۔ ہم اپنے معراج سے گر گئے۔

میر حسن د نړیوالیت یا کینه د پلوشن

آمین درخت سمیہ پوئیند و شتر

ہم وہاں پہنچے۔ یہ ہیں گڑگڑائی میں سے مختلف تھنڈے تو اس کی سمجھ اس کے ساتھ  
 پہلی سمجھ چارے ساتھ ہم کسی سے بچنے ہیں۔ رانی بھگت مول لینے ہیں۔ بہر شخص کو اپنے  
 کارر سمجھنے حاصل ہے۔۔۔ ان وصال کی تری کا حق بہر شخص کو ہے۔ ہم کسی کو رہنا  
 نہیں دے کر نے دے کر سکتے ہیں۔ ہر جو مات ہم کو صحیح و سچی معلوم ہوتی ہے وہ وہاں  
 کہہ دیتے ہیں۔ کوئی نے یہ مانے اسے حقیق ہے۔

سادتھو ایسا جاسے۔ سانجھ کے سائے

نے خڑے کے نوٹے۔ من کے عہد میں ہے

پہلے سے اس کا نام تھا۔

سب - افسوس! حق بات، دراز دی گاہے فوہم کہوں کسی کو پھسانے لگے اہمیت  
میں ہمارے فوہم پر اس کے یہی سوسائت میں پھسانے تو ہم میں آئے ہیں۔ تم کو بھی  
پھسانا ہے۔ تو سبھی بڑوں خدمت رکھے ہیں سمجھا دیتے ہیں۔ جو آپ ابھی میں ذرا  
بڑی باتیں ہیں۔ ابھی ابھی ہے۔ مگر لونی تمہیں کسی مشکل مسئلہ پر روشنی ہیں ڈال سکتا تو  
ہی، مگر وہ جہاں تک پھیلنے کے ساتھ ساتھ فوہم کی درجہ کرتا ہے، دقیقہ معاملات کی  
دوسرے مسائل میں جیسا کہ اس کے ساتھ ساتھ اس کے مسئلہ دیتے ہیں اور اس کے درجے  
کی گھسی مولیٰ مریاں دوسرے اسے ہیں مگر جنس رہائش۔ یہ ہمارا کم از کم مصلوں  
ہے۔ یہ ہمارے غلط ہے، مگر یہی ہے، میں نے ان کے ذہن میں جو جائے۔ ہم  
ان بات میں نرمی سے سمجھ میں ہیں تو فوہم بھی دیتے ہیں کہ اس کا جواب ہمارے  
اس میں ہے۔ ورنہ ہم اس پر رستی ڈال سکتے ہیں۔





سادہ دواؤ کو پوستے بھاؤ نہ گھیں ابھاؤ  
 سب بن تو چندن نہیں سورا کے دل تانبہ  
 سب سمد موتی نہیں یوں سادھو جگ مانہ  
 سوانگی سب سنا ہے سادہ سمجھ بھٹے پار  
 ایل پکش کوئی یک ہے پکشی کوئی ہزار  
 سنت نہ پھانڈے سنت پن کوئن میں سنت  
 سے بھوونگن بیدیا سینت نہ تہنیت  
 سادھو اب چاہتے دکھے دکھا دے تانبہ  
 پان پھول جھڑے نہیں رہے بنچو مانہ  
 سادھو ہونر جگ ٹی نس دن پھرے اداس  
 فوڑی ویر پنی جہاں سیٹل شبد نواس  
 کھل رہتہ ہں سادھ جن بسیں جگت کے مانہ  
 بابھج کی دھبے بیوں اپنا جانت تانبہ  
 ڈکن مین سدر کر بست نیر کے سبندھ  
 یوں سادھو سنا میں کیر نہ پڑتے پھند  
 تین نوک نمان میں چو تھا اگم اگادھ  
 نجم دشا ہے اکد کی جانے کوئی سادھ

بھیکہ سادھ بھو انتر جیسے آم ببول  
 واکی ڈالی امی پھل واکی ڈالی سول  
 خون بھاؤ اوپر رہے ماہی بسائے سوئے  
 پھیر اور نہ دیکھے باہر اور نہ سوئے  
 سادھ چال جو نت چلے سادھ کہاں سوئے  
 بن سادھن تو سدی نہیں سادھ کہاں تے ہوئے  
 سادھو سوئی جانے چلے سادھ کی چال  
 پرمارتہ لاتا رہے بولے پنچن رسال  
 شیل ونت ڈرڈھ گیان مت امی اڈار چت ہوئے  
 لہیا وان پتھلیا کول ہرڈل سوئے  
 دیا ونٹ دھرم دھو جی دھیرج وان پڑمان  
 سنو شی سکھایا سیوک پریم سوجان  
 گیانی اجمانی نہیں سب کا ہٹو سے ہیئت  
 ستیہ وان پر سوار تھی آدر بھاو سہیئت  
 نچیل بزل ڈرڈھ متا یہ سب لکشن جان  
 سادھ سوئی ہے جگت میں جو یہ لکشن وان  
 سادھ ملے صاحب ملے انتر رہی نہ بیکھ  
 منا باچا کرمتا سادھو صاحب ایک  
 مضمون کیا عاف ہے۔ کلام کیا واضح ہے۔ اس میں کہیں گاد پیتھ یا تصح  
 بات کا نام نہیں ہے۔

تھک رہے تھے۔ رات کو سو رہا تھا کہ اسے در کی آگ لگ گئی اور وہ مڑنے کی طرح اس کے پاس خورہ  
مٹوئے پر جان دیتا اور اڑتے مرنے ہیں۔

جو آج کل دنیا میں گویا دانی کرتے پھرتے ہیں کیا وہ سیر اور تھک ہیں؟ ہم کو فوایا ایک  
بھی نظر نہیں آتا۔ یہ تو اب جیسے پاموں کی رہا کھانے والے ہیں۔ ان کی بات اس قدر  
خراب ہو گئی ہے۔ جب تک کوئی شخص سو رہا ہو اور وہ بڑا بھٹکا ہوا ہے تب تک وہ  
اس کی طرف ہی تھک رہا ہے۔ ان کی ریل پے پیلوں کے بھوٹ پر نکلنے رہتی ہے۔  
چیلے ان کے معاش کی صورت بنے ہوئے ہیں۔ یہ گورو کیسے ہوئے؟ ان کے گورو تو ان کے  
جیسے ہیں جو اپنی کمالیہ میں انداز کر بھیجے چڑھ جاتے ہیں۔ تھک کھوں رکھو تب  
زبان سے بات چیت کرو۔ فصول ہیں۔ بناؤ۔

جس وقت ہم رادھا سوامی مت میں شامل ہوئے تھے جہاں اور ہمارے  
نادان دوستوں نے مسکرائے کہ یہ کیسی مت ہے؟ یہ کیسی مت ہے؟ یہ کیسی مت ہے؟  
بھوک کھایا جاتا ہے اور صورت چڑا جاتا ہے۔ بات کا جھگڑا کرنا دوسری بات ہے  
جو بالکل غلط ہے۔ زبان کر۔ یہی جیسا کہ اس طرح سمجھو کہ رادھا سوامی مت میں  
جھگڑا کھایا جاتا ہے۔ یہ نہیں جاتا۔ اس کے آپارہات اور پیروکاروں کو اپنا  
بھوک کھاتے ہیں۔ آپ ان کا بھوک کھاتے۔ بھوک کھاتے۔ بھوک کھاتے۔ بھوک کھاتے۔  
باقی اور کمزور بھوک کھاتے۔ بھوک کھاتے۔ بھوک کھاتے۔ بھوک کھاتے۔ بھوک کھاتے۔  
بنا کھایا۔ باقی متھ جوں اور اپنا بھوک کھاتے۔ بھوک کھاتے۔ بھوک کھاتے۔ بھوک کھاتے۔  
یہ میں تفاوت رہا اور کچا مت تھا۔

رادھا سوامی مت کے آپارہات ہمیشہ گزشتہ بھوک کے ہیں جو خود غلوں کی کمائی کرنے  
تھے اپنے پیلوں چانٹوں کے محتاج نہیں تھے بلکہ جو لوگ آتے تھے ان کے خزانہ نمٹ  
کھاتے پاتے تھے جس کسی میں دیکھو کہ وہ اپنے جیسے کی کمائی کا بھوک کھاتا ہے اور وہی جھگڑا  
اس کا کسب معاش ہے۔ وہ رادھا سوامی مت کا نام یوں ہی بے فائدہ لیتا ہے۔ یہاں  
پیشہ تو سوال ہی نہیں ہے۔ دینے کا سوال ہے اور گزشتہ آپارہات کو کب پری ہوئی ہے کہ جو

سادھوؤں کا خراب ہونا کہنا ہے۔ بکیر صاحب ہی تعریف کر سکتے ہیں۔ آدمی ان  
کی نسبت کیا کہ سادھوؤں کی تعریف کے لئے ان کی سادھوؤں کو ناک بھون نہیں چڑھاتے۔  
اسے سنت سنت میں آتے تھے۔ ان کے پاس گنگہ میں کوئی نہانے جاتا ہے۔ کوئی پیشاب  
دے۔ بھوک کھاتا۔ بھوک کھاتا۔ بھوک کھاتا۔ بھوک کھاتا۔ بھوک کھاتا۔  
نہ ہے۔ ان کی نظر میں دوسرے دشمن ہیں۔ جو آتا ہے بڑی بھوک کھاتا۔  
لام نہا۔ ان کو کسی کی دوستی یا دشمنی کی کیا پروا ہے؟ سادھوؤں کی سب سے  
بڑی بات یہ ہے کہ وہ بیویوں کو اپنی طرح بناتے ہیں اور آزادی کا سبق دے کر ان  
کو صحت مند بناتے ہیں۔

بارس میں اور سنت میں یہی انترو جان  
وہ لوہا کھانے کے یہ کر لیں آپ سمان  
سکھو۔ یوں نہ کہ وہ ہیں دور کریں اپرا دھ  
بھوک کھاتا۔ بھوک کھاتا۔ بھوک کھاتا۔ بھوک کھاتا۔ بھوک کھاتا۔

## سادھو مت

سادھوؤں کی زندگی فرنگ میں کی جاتی ہے۔ بکیر صاحب نے توجہ کی نظر منقطع  
کی جاتی ہے۔

سادھو مت کا ایک سنت جیوت بھی کوکھا ہیں  
یہ وہ ہیں۔ سادھو مت کا ایک سنت جیوت بھی کوکھا ہیں  
شیر اور سادھو مت کا ایک سنت جیوت بھی کوکھا ہیں  
کھانے جس میں وہ ہیں۔ سادھو مت کا ایک سنت جیوت بھی کوکھا ہیں  
اسی سادھو صاحب میں ہوتا ہے۔ وہ بدل کو کھاتے ہیں۔ حرم یا مڑا کو نہیں  
تھک نیر و صید کر دن کار او  
باقیاں میں جلد باقی خواہ او

وہ اپنے جیلوں کا محتاج اور دست نگر ہو۔

یہ شان افیری ہے اور جو شخص حق و جلاں کی کمائی نہیں کرتا وہ مالک کی بندگی کیا خاک کنگ

بہر طاعت فقرہ باید حاصل

تا شیخزاید ترا رنج و ملال

بندگی کے لئے حق حاصل کے فقر کی لذت ہے تاکہ دھیان اور ابھاس کے وقت

دل میں بیہودہ و سوخات نہ کرے رنج اور ملال کے باعث نہ ہوں۔

اس مسئلہ پر لوگ خود کبیر صاحب کی بانی سے ہمارے کام پر بیشمار اعتراض اٹھا سکتے

ہیں مگر ان کا رد سے انہیں کسی دراصل کی طرف ہے۔ اس کا یہ مطلب کبھی نہیں ہے کہ لوگ

پنتھالی ہو کر بھیکو مانگیں۔ بلکہ مانگنا نہایت ذلیل کام ہے۔ جب ہاتھ پاؤں، دل و باغ بے

ہونے میں تو پھر اور ناں کی صاحب کی کسی اکٹھا کھلاؤ۔ دوسروں کی روٹیوں پر نظر نہ رکھو ورنہ

پھر پر مارنے کی تمنا تو چلی

اس آئینے کے آئینے کے متعدد کبیر صاحب اس طرح فرماتے ہیں۔

بھیکو

۱) من مان ہے مت کوئی مانگے بھیکو

۲) من سے من بعد یہ ستگورو کی بھیکو

۳) من مان سے تو ہی دئی میں بھیکو

۴) من مان سے سمجھائے کے مت کوئی مانگے بھیکو

۵) مانگن گئے سو مرے مرے جو مانگن جا نہ

۶) تن سے چپ وہ مرے جو ہوت کرت ہیں ناہ

۷) ان کے لئے تو اتنی بھلا مانگ لیا نہیں دوش

۸) اور سمجھانے مانگ لے شیخ پاویں کو پیش

۵) آب گیا اور گیا نہیں گیا سنبہ

۶) تینوں تپ ہی گئے جب ہی کہا بھو دیہ

۷) اُم بھیک ہے بگری سن یہ بھیک بین

۸) کہیں بکیر تاکے گئے ہر پر م سکھ لین

۹) جیسا بھو جن کھائے جیسا ہی من ہوئے

۱۰) جیسا پانی پیئے جیسی بانی سوئے

۱۱) اجر دھان اتیت کا گری کرے ابار

۱۲) نشیے ہوئے درواری نہیں کبیر بکار

۱۳) مانگن بھلو نہ باپ سسائیوں جو پدھی راکھے ٹیک

۱۴) بھیکو بھیس کو جو تھے رہے شندل ایک

۱۵) مرجاؤں مانگوں نہیں اپنے تن کے کاج

۱۶) پر مارتھ کے کارنے مجھ نہ آوے لاج

۱۷) اس سے زیادہ صاف صاف اور کیا کہا جائے۔

اخلاق

سنت مت کے سمجھنے میں جو سخت غلطی کرتے ہیں اور اپنی نادانی کی وجہ سے ہرم میں پر کر نقصان اٹھاتے ہیں۔ یہ اخلاق اور ادب کا بہترین طریقہ ہے۔ جب تک ادب اور اخلاق میں درستگی اور اصلاح نہ آئے گی تب تک روحانی مقامات میں ترقی کرنا بے فائدہ کا مضمون ہو جاتا ہے۔ بھیکو مانگنا دست سوال دراز کرنا حد درجہ کی بد اخلاقی اور غریبی ہے۔ اس سے مالک اپنے پیارے جھکوں کو پائے کیونکہ کسی کے زیر احسان ہونے سے ان کے دل رانج کے پل جلنے کا خوف رہتا ہے۔ وہ بزدل اور شکستہ ہو جائیں گے۔ بے غوثی کی قابل تعریف شان ان میں کبھی نہ پیدا ہوگی۔ جو شخص جس پر احسان کرتا ہے

وہ ہمیشہ بالادست ہو کر اسے جس طرح چاہے گا پختا رہے گا۔ آخر ان کے روپے پیسے غلہ اور اناج میں بھی تو کوئی اثر ہوتا ہے!

جو گور و خود غرضی سے اپنے شگرد کی کمائی بڑھاتا ہے اول تو وہ اس کے زیر اثر بااعمال نہ رہے گا۔ دوسرے اس کا بدلہ درجہ کا ناپاک اور گندہ رہے گا اور جب بے اصولی اور بل کی گندگی آگئی تو پھر پرماتہ کا سودا کوئی کیسے کر سکے گا۔ اس پر اور زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

## فرق

کبیر صاحب کی بانی کا جہاں تک مطاب کیا جاتا ہے اس میں سادہ اور سنت نقطوں کے درمیان اس قدر فرق نہیں پایا جاتا۔ دونوں نقطوں کے معنی اس وقت قریب قریب ایک ہی سمجھے جاتے تھے اور وہ مرد و عورت یعنی ہم معنی غناء ہو گئے تھے کسی جگہ شبہ وں میں آتا ہے کہیں کبیر سنبھالی سادھو اور کہیں وہ کہیں کبیر سنبھالی سنتو کہتے ہیں۔ ان کے ہاں سنت اور سادھو ایک ہی مانے گئے ہیں۔ سنت اور سادھو کے درمیان برادھاسو می ست نے فرق پیدا کیا ہے۔ وہ سادھو ان کو کہتے ہیں جو بھی سادھن اور ستھاسے اپنے نہیں چڑھے اور سب کا خطاب ان شخصیتوں کو پایا گیا ہے جو مکمل اور پری جان ہو گئے ہیں۔

اول سنت سنی جو معمولی ابتدائی منزل میں ہیں اور نام کے لئے سنت میں داخل ہو کر رومن رند کی بسر کرنے کی ابتدا کی ہے اور سمن بھی رعبان کی تیشی ترات کی طرف کچھ کچھ توجہ کرنے میں مگر اس میں بھی یہ شرط ہے کہ ان کی تعلیمی عبادت، سہس، نل کنول کے پرنسپل آتی ہے سادھو وہ ہیں جو س جگہ سے اپنے پڑے گئے ہیں اور تڑکٹی استھان پر پہنچ کر بڑھاپا یونہی اوم کے معام تک رسائی پیدا کر رہے ہیں اور ایسی ذہنوں کو برہما کار بنا کر برہمچکا بنا دیتے ہیں۔

ان سے اپنے سمن اور مہاسن مغالہات ہیں جن میں شونیا کار ورتی جو کہ تہذیب پر کا ساکت کار کرانی ہوئی سنت سادھی کا رس یعنی ہے۔ ان دو جواں پر پڑتہ ہوئے ہیں ہنس

ماتے ہیں اور چونکہ دسویں دوا کا نام بدن کے ہاتھ میں کیا ہے یا وہ اس سے اوپر آگئے اور یہ سارا سار کی سمجھ رکھتے ہوئے سار کو اپن کر کے اور سار کو چھوڑ دیتے ہیں۔

استروں میں ہنس بھڑوپ ہی بتایا گیا ہے کہ بڑے بڑے اور دور دوری میں سے وہ دودھ کو پی لیتے ہیں مگر پانی کا ترک کرتے ہیں۔ یہ سب سب تیزی تیزی بوجی طفت بہت بڑی ہے اور جسمانی اور نفسانی لذات سے کام نہیں لےتا۔ درود سادھو سادھو انسانی جیو ہار کرتے رہے نیکی سے با تعلق اور ہی سے بے تعلق ہو جاتے ہیں۔

آگے چل کر جب وہ سلف اور رولب دونوں کی سادھیوں کا آئندہ جو کہ کرب ہمہ گئی اور ست پرنے باسی ہوئے گئے تھے تو انھیں کا نام پر مہنس ہو جاتا ہے جن کی وضع یح پچوں جیسی بن جاتی ہے جو سلف سلف اور سلف لمار وغیرہ رشیوں کا ورثہ ہے۔ یہ سلف میں جیوان مکت و شکی اور ستھاسے ست وک کا کچھ سا کشاکش ہو گیا مگر پرا بدتہ کے ہم کٹ رہے ہیں اور آگے کے سے رتوں کا کوئی سناٹا نہیں رہتا بلکہ جو کرم اس حالت میں ملے جاتے ہیں انھیں اور باسن کے لئے رہنے کی وجہ سے اس کا سٹھار خود بخود دگدگہ ہونا جاتا ہے اور جب کرم کھل کا خود دوزخ گاہوں کے حرم میں بھی فوف جاتا رہا۔

ان سے نیچے جو یوگ، تھو، لمار، دروازی، سو می ستھانوں تک چڑھتے ہیں وہ سنت اور پر مہنس کا نام سے ہیں۔ یہ سنت پریم سنت کہتے ہیں ان کے لئے مختلف الفاظ ہیں ان کے درمیان فرق نہیں پڑتا۔ یا جیوت جو سنت وک نامہ ریدہ، اوم کو سنت کہتے ہیں۔ اور اس سے آگے والے کو پریم سنت بولتے ہیں۔ یہ پانچ طرح کی تہیزہ سوتیں سمجھانے سمجھانے کے لئے ادھاسو می ست ہیں۔

۱) سنت سنی (۲) سب دھو (۳) ہنس

(۴) پریم ہنس (۵) سنت یا پریم سنت

یہ سب ان کا کیا نام کی بانی ہیں ان کے گرن کی اس طرح راحت نہیں کی گئی ہے کیرد سب کے کام میں یہ سب سب فہم مہنی اور مرادف مانے گئے ہیں جس کی وجہ سے ان کے درمیان بہت فرق نہیں آگیا۔





کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۰) آنکھ ناک منہ بند رہا ہمدردی شہید سناؤ  
 دو تو دل بکتر ہوؤ تب دیکھو گمراہ ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۱) چند سو ایسے گھر گاہ بھونکتی دستی دھیان گاہ  
 ترینی کے سندھ سہو بھونکتی تر پل پیارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۲) گھٹا شکستہ سنو دھن دھن سہس نکل دل بنگام ہوئی  
 تہ مدد کرتا رکھ سوئی بنگ نال دھن پارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۳) ڈاکنی ساکنی و کلمات ہم ننگا دھرم دوت ہکارے  
 ست نام بن بن سے شکر نام اچارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۴) لگن منہ لہجہ اور دھم دھم تو رہا سہو بھر پیا  
 گورے پس مرے کیا کتا جا کے ہے ندھیا پارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۵) زکریا میں آسا نکلن ہن گز نہیں بجیں نگارا  
 لاکر برن سوئے رہا چتر نکل اونکارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۶) سوئی بن پینہ پینہ دو دواڑے پر گٹ چینھا  
 دسوں گھٹاں کھپ دیا چوں قفل پارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۷) آگے سیت سن ہے بھائی مان سرور بیٹھو تھائی  
 ہنن بل ہنسا ہوئے جائی ملے جو امی اپارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۸) بنگری سارنگ بے سترا چتر برہمہ سن دربارا  
 دوا دس بھائو ہن جیارا کھٹ دل کھل اونکارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۹) مہاسن سندھ بھمی گھائی بن سنگور پاوے نہیں بائی  
 بیا گھر سنگھ نہرپ ہو کانی سہج اچنت پسارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۲۰) آٹھ دل کھل پار برہمہ بھائی دھن دوا دس اچنت رہائی  
 بائیں دس دل سہج سماں یوں کھن زوارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۲۱) پانچ برہمہ پانچوں انڈینو پانچ برہمہ نہہ اچتر چنھو  
 چار مقام گیت تہاں کینو مدھیہ ہندی دان دربارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۲۲) دو پر بت کی سندھی ہمارے بھونکتے چھاتے سنت پکارو  
 ہنسا کرتے کیل اپارو تہاں گورون دربارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۲۳) ہس اٹھاسی دیپ رچائے ہیرے پنے محل جڑائے  
 مڑی بخت اکھٹہ سداے سوہنگ دھن جھنکارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۲۴) سوہنگ حد بچی جب بھائی ست لوگ میں پن چل آئی  
 اٹھت سوہنگ مہادھکائی جا کا وار نہ پارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے

کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۰) آنکھ ناک منہ بند رہا ہمدردی شہید سناؤ  
 دو تو دل بکتر ہوؤ تب دیکھو گمراہ ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۱) چند سو ایسے گھر گاہ بھونکتی دستی دھیان گاہ  
 ترینی کے سندھ سہو بھونکتی تر پل پیارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۲) گھٹا شکستہ سنو دھن دھن سہس نکل دل بنگام ہوئی  
 تہ مدد کرتا رکھ سوئی بنگ نال دھن پارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۳) ڈاکنی ساکنی و کلمات ہم ننگا دھرم دوت ہکارے  
 ست نام بن بن سے شکر نام اچارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۴) لگن منہ لہجہ اور دھم دھم تو رہا سہو بھر پیا  
 گورے پس مرے کیا کتا جا کے ہے ندھیا پارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۵) زکریا میں آسا نکلن ہن گز نہیں بجیں نگارا  
 لاکر برن سوئے رہا چتر نکل اونکارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۶) سوئی بن پینہ پینہ دو دواڑے پر گٹ چینھا  
 دسوں گھٹاں کھپ دیا چوں قفل پارا ہے  
 کہ نہیں دیا دل میں پیارا ہے  
 (۱۷) آگے سیت سن ہے بھائی مان سرور بیٹھو تھائی

(۲۵) کھنڈس بہاؤ بخش کے رُپا میں ست دشمن بچے پوختا  
 ہنس کرت چنور ہم بھوپا ست پرش دربارا ہے  
 کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے  
 (۲۶) کوہن بھو اُستے جب ہوئی اسے ہی پن چندر کھلوئی  
 پرش روم سم یک نہ ہوئی ایسا پرشش دیدار ہے  
 کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے  
 ۲۷ گے اکھ لوک ہے بھائی اکھ پرش کی تہاں ٹھکرائی  
 رن سور روم سم تائیں ایسا اکھ بہارا ہے  
 کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے  
 (۲۸) تان پر ام محل یک سا جا انجم پرش تاپی کو راجا  
 گمر بن نو روم یک لاجا ایسا انجم اپارا ہے  
 کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے  
 ۲۹ تان اکھ لوک ہے بھائی پرش انامی تہاں رانی  
 رو پیتے جانے سے وہی جن سن سے نیارا ہے  
 کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے  
 ۳۰ کا بھیر کیا رز دارا سب رچن پنڈ منھارا  
 دنگت جال پیارا سو کا بیگر بھارا ہے  
 کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے  
 ۳۱ آدی سانی چنورانی حوئی بازی سانج دکھائی  
 دنگت جن رچی پنڈ ماہیں تاکا پڑتی ہنس ڈارا ہے  
 کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے  
 ۳۲ تہہ ہنر چال ہماری کہہ کیر سنگور وئی ماری  
 ٹھکے کپٹ تہہ جھکاری پنڈ اند پار دیں ہمارا ہے  
 کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے

کر نینوں دیدار محل میں پیارا ہے  
 یہ مقامات کیر صاحب ہی نے پیپے پر لکھ سکے ہیں یہی مرزا صاحب کی کوش  
 صاف کھول کر اس شخص اور عظمت کے موافق تشریح کر دی جاسکے گا بڑی اہمیت ہوگی۔  
 پڑھنے والے گہرا جائیں گے۔ اس نے عمدہ انفرادی کیا جاتا ہے۔ اور اس کی چند اہمیت  
 جی نہیں ہے۔ ست سنگ میں خود بخود اس کا بڑے کرنے کا ہے۔ یہ ایک شہید بطور  
 ایک کتاب ہے۔ کوئی یہ سمجھ نہ سیکھے کہ کیر صاحب کی نامی میں مقامات کا ذکر نہیں ہے۔ اب  
 سمجھنا غلط ہوگی۔ ہاں ان کے عجیب گزرتھ جیک میں ان کا تفصیل سے شک نہیں آتی۔ یہ  
 سینہ ہے اور سینہ بہ سینہ آیا ہوا ہے اور ادھامو می منت میں بھی یہ سینہ پسینہ ہی دیا جاتا ہے  
 رادھا سو می منت نے برخلاف اس کے اپنے منت کو مست کرتا رہا ہے جو  
 صاحب کے لئے عام اور مشترک ہے۔ دروں کے اپنے اپنے نام سے پختہ پڑا اور وہ اسی نام  
 سے مشہور ہیں۔ حالانکہ یہ سب کے سب بلا کسی فرق کے سنت مرت ہی ہیں۔ اس میں سے ایک  
 ہی ایسا نہیں ہے جو کیر صاحب کے سینہ کے ہوتے ہوئے اس کا سرزد نہ کرتا ہو۔ یہ کہ  
 کو عزت اور تعظیم سے نہ پرہیز ہو۔ ان میں سے ہم یہاں کہہ سکیں گے کہ نیچے دیتے ہیں۔ ہم  
 کو خود اب تک تمام سنت متوں کے اسواں کی فہرست نہیں مل سکی کہ وہ سے ہماری فہرست  
 غیر مکمل رہ جاتی ہے۔ اس کے لئے ہم پہلے ہی سے سعادت کرتے ہیں تاکہ کوئی بھوکہ براہ راست  
 ان میں سے قریب قریب سب کا تذکرہ ہماری مشہور نینہ کتاب نہرت تہہ یک کلید میں  
 آگیا ہے جس کو جاننے کی خواہش ہو وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے۔

### کیر پختہ کی شا کھا میں

(۱) کیر پختہ (آدی سنت مت) (۲) نانک پختہ گوڑو نانک صاحب کی چوٹی ہوا (۳)  
 (۴) اسی پختہ (شری چند صاحب کا) (۵) دادو پختہ دادو صاحب کا (۶) دیشنوی پختہ جی صاحب  
 صاحب کا (۷) سادہ یا ست جی پختہ میر جہاں صاحب کا (۸) سنت نامی پختہ بگ جیوں صاحب  
 کا (۹) گلاب داسی پختہ گلاب داس صاحب کا (۱۰) غریب داسی پختہ غریب داس صاحب کا (۱۱)

پانپ داسی پنتھ پانپ داس جی کا (۱۱) چرن داسی پنتھ چرن داس جی کا (۱۲) دریا پنتھ بہار کے  
 دریا صاحب کا (۱۳) دریا پنتھ راجپوتانہ کے دریا صاحب کا (۱۴) دریا پنتھ یاری صاحب (دہلی)  
 (۱۵) گھیا پنتھ گھیا صاحب دہلی کا (۱۶) سکھ پنتھ گور و گوبند سنگھ جی کا (۱۷) بڑا پنتھ گور و  
 گوبند سنگھ جی کا (۱۸) ست نامی پنتھ تلسی صاحب ہاتھرس : اے کا (۱۹) رادھا سوامی پنتھ حضور  
 رائے شاکرم صاحب بہار ڈاکرہ (۲۰) نام دیوی پنتھ نام دیوی جی کا (۲۱) پانپ پنتھ میا جی  
 (۲۲) ریشی پنتھ ریشی جی کا (۲۳) دھن پنتھ دھن جی جاٹ کا (۲۴) سینا پنتھ سینا جی ناٹا  
 کا (۲۵) دولی پنتھ دولم داس جی کا (۲۶) بڑا پنتھ بڑا صاحب (۲۷) گلال پنتھ گلال جی کا (۲۸)  
 بڑا پنتھ پٹ بڑا پنتھ بڑا پنتھ بڑا پنتھ بڑا پنتھ بڑا پنتھ بڑا پنتھ بڑا پنتھ بڑا پنتھ بڑا پنتھ  
 صاحب کا (۲۹) پندرانی پنتھ پندرانی صاحب کا (۳۰) گیش پنتھ گیش جی کا (۳۱) جاگو پنتھ جاگو جی کا  
 (۳۲) سرت پنتھ سرت گویال جی کا (۳۳) نول پنتھ نول پنتھ نول پنتھ نول پنتھ نول پنتھ نول پنتھ  
 اڑیہ کا (۳۴) جگن پنتھ جگن جی کا (۳۵) کمال پنتھ کمال جی کا (۳۶) کالی پنتھ کالی جی کا  
 (۳۷) رام کیر پنتھ (۳۸) پریم پنتھ (۳۹) جیو پنتھ جیو پنتھ جیو پنتھ جیو پنتھ جیو پنتھ جیو پنتھ  
 ان کے سوا سنت مت کی بے شمار تہیں ہیں یا ملن ہے کہ ان میں سے ایک دو معدوم  
 بھی ہو گئی ہوں گی۔ باقی سب موجود ہیں اور سب نے بانی بھی ہیں جو ان کے مسخوں میں قلمی حیثیت  
 میں اب تک پائی جاتی ہیں۔ ہمارے سرت شہید گکھدرم میں قریب قریب ان سب کی بانی کے  
 نمونے دئے گئے ہیں۔

اگر یہ سب متا دہی پنی، پنی حیثیت کو سمجھ لیں اور باہمی میل جول کو بڑھا کر مہنت  
 کے نام سے اپنے آپ کو موسوم کریں تو ان کی تعداد کئی کروڑ تک پہنچے گی اور وہ گننے کے سہ  
 سے محفوظ رہ سکیں گے۔ حضور معلیٰ مقدس نے اسی خیال کو بڑھ کر ہر طریق کے یہ کاروں  
 کو نہایت آزادی، سیر چشمی اور فیاضی سے سنت مت کی دعوت دی اور ہر فرقہ کے متہمتوں سے  
 رجوع ہو کر ان کے جاری کئے ہوئے حیرت فیض سے حصہ حاصل کیا۔ سنتوں کے دربار مجید  
 ماننا نادانوں کا کام ہے۔ آخر یہ ہیں تو یک ہی۔ سب کا اصول ایک ہے۔ سب موال ایک  
 ہے تو پھر لڑنے جھگڑنے یا بھید واد کے سلسلہ کے قائم کر کے کی ضرورت کب ہے سخت گروہ

وہ لوگ جو ناحق سنتوں کی بندیا کرتے ہوئے باہمی ناپاکی اور نا انصافی پھیلاتے ہیں! ہماری ہمیشہ  
 سے یہی کوشش ہے کہ یہ سب مل جل کر رہیں، سنت مت کا ست سنگ کریں اور اپنے  
 اصول سے باخبر ہوں۔ اس وقت جزوی تفرقات خود بخود زائل ہو جائیں گے اور ہر فرقہ کا  
 آدمی اپنے دعویٰ کو بے غوفی سے پیش کر سکے گا اور پناہ حق جتا سکے گا۔ حضور معلیٰ آشیر باد  
 دیں کہ یہ تمام بھوئے ہوئے بھائی جو ایک ہی تھیلے کے منتر چنے بنے ہیں مل کر رہیں اور  
 سنت مت کے پتے سیوک اور خادم بنیں۔

ان کے سوا کیر صاحب کے مت سے نکلے ہوئے کئی مسلمان مرتے بھی ہیں جو گناہی میں  
 پڑے ہوئے ہیں اور اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرتے۔

اکثر لوگ سوال کرتے ہیں کہ جب کیر صاحب کا مت موجود ہے تو پھر رادھا سوامی مت  
 کے جاری ہونے کی ضرورت کیا تھی؟ اس کا کسی کو کیا جواب دیا جائے! عرف یہ بات ذہن نشین  
 کر لو کہ اگر رادھا سوامی مت نہ پرکٹ ہوتا تو پھر سنت مت کی وضاحت کا سامان دنیا میں کیسے  
 آتا! اور آج کسی کو خبر کیسے ہوتی کہ سنت مت یہ چیز ہے۔ سب ہی تو بھوئے ہوئے تھے سب  
 ہی کو سنت مت کے اصول سے بے خبری تھی اور وہ شرم و حجاب کی وجہ سے اپنا نام تک عوام  
 میں ظاہر نہیں کرتے تھے۔ اب سنت مت کی اس سلسلہ میں خوب خوب تشریح کی جاتی ہے۔  
 اس کا فلسفہ تک مکمل کر دیا گیا ہے۔ جو باتیں پہلے شہید اندر ساکھیوں کے زہد میں گپت تھیں  
 اب انھیں کھول کھول کر بتا دیا گیا ہے۔ رادھا سوامی مت کے ظہور سے پہلے کون شخص سرت شہید  
 یوگ کا سادھن کرتا تھا؟ کسے معلوم تھا کہ شہید یوگ کوئی چیز ہے؟ اب اس پر روشنی ڈالی گئی  
 اور سب اس سلسلہ کے زیر اثر آ کر جیتنے لگے! یہ قدرتی نظام ہے۔

کلبنگ میں سوامی دیا پیری پڑ پڑ گٹ کر کے شہید پکاری  
 جیو کاج سوامی جگ میں آئے پڑ بھو ساگر سے پار لگائے  
 تین چھوڑ چھوڑا پید دیتھا پنت نام سنگور گتی چھینھا  
 وہ وقت اور تھا۔ خود کیر صاحب نے بھید کے پھوپھے رکھنے کی ہدایت کی تھی۔ ان کی بانی ہے۔  
 دھرم داس تو ہی لاکھ دواہنی پڑ سار بھید باہر نہیں جانی

اب اس کے چھپا رکھنے کا وقت نہیں رہا۔ جو کثرت سے اذکار پڑھ لگے۔ اس وقت یہ کیفیت نہیں تھی۔ کبیر متقی کو ڈینگ مارتے ہیں وہ جید کو چھپاتے چھپاتے بالکل ناواقف بن گئے۔ اب حضور علی کے بغیر وہ عام طور پر کھلا گیا ہے اور کھولا جا رہا ہے۔ کبیر متقی خود اس قدر فاضل و گمراہ و نادان تھا ہو گئے تھے کہ مول رینی کا پاٹ تو کر لیتے تھے مگر تباہی سے انہیں عارف کسی کو سمجھنا نہ تھا۔ تو درکنار رہا۔ بیچک پانچ سو برس سے سرسبز و سرسبز تھا اور منقل کہ سب بنی ہوئی تھی۔ کوئی شخص نہ اس کی تشریح کر سکتا تھا۔ نہ اس کے بار کو جانتا تھا۔ اب حضور کی دیا سے ہم نے پہلی مرتبہ اس کا تجربہ اور شیک کر دیا۔ اگر ہم خود کبیر متقی ہوتے تو کیا کسی ملکہ تھا کہ اس آزدی سے اس پر روشنی ڈالتے یہ کبیر متقی ہم کو اب کرنے دیتے۔

دوسرا اعتراض جو اکثر نادانوں نے بھائی کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اسواری نام پر ہے۔ گروہ ہمارے سست سنگ میں روپہ رو رو بھی بیٹھتے تو ہم ان کو ذہن نشین کر دیتے کہ اس میں کیا راز ہے۔ کبیر صاحب کی بانی ہے۔

کبیر دھارا اگم کی ستھور ڈٹی لکھائے  
تہا ہی اڈے سمرن کمرہ سوامی سنگ ملایے

تمہاری اڈٹ سمین کیڑو سوامی سنگ، ملائے

البیہودہ نے مختلف آدمیوں کو مختلف طور پر چتایا ہے جس کے بیان کو کبیر چیتھ  
 نے کبیر گوشتیوں کے نام سے محفوظ کر رکھا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ کبیر کس طرح پر چٹانا چاہے  
 بیچک ہیں بھی تمام شبہ نلیسی اور واقعات اور روایات سے تعلق رکھتے ہیں۔ چند جگہوں کی  
 طرح ان میں بھی یہ وصف تھا۔ ہوشیاری سے سامنے آیا، جہیز میں زیر نظر آئیں انھیں پر اور انھیں  
 کے آسے اپیش دینا شروع کیا لیکن چونکہ شدید شبہ محفوظ ہے کہ ان سے اس وجہ سے  
 پتہ نہیں چلتا کہ خاص بانی کس خاص آدمی کے لئے کہی گئی ہے۔ ہاں کبھی کسی جہاں گد کہ دفیر  
 نام آجاتے ہیں ان سے بآسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کلام کور کہ کے لئے کہے گئے ہیں۔ گور کہ  
 کے نام سے کوئی بہ نہ سمجھ لے کہ خواہ مخواہ گور گور کہ نہ سمجھی کوئی طلب کیا گیا ہے بلکہ یہ زیادہ تر

ممكن ہے کہ وہ گورکھ، تھکے سلسلہ کا کوئی گورکھ پتھی آچاریہ یا سادھو، یا جو جیسے آج کل ادھام  
سوامی مت کے کیریڈکاروں کو کٹر لوگ کہہ اُٹھتے ہیں کہ یہ دھامسوامی ہے، اور علیٰ ہذا القیاس  
جو ہر طریق کے آدمی چٹائے گئے ہیں اس لئے ضروری تھا کہ نہ ہی خیالات کے بہت سے  
پہلو ان کے کلام میں آجاتے اور یہی وجہ ان کے ہمہ گیر ہونے کی ہے۔

یہ کہ صاحب سمجھا کر تب سادھن کی تعلیم دیتے تھے۔ سمجھانے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ یا تو مستحکم جادو رہ کر تیار ہے یا ادھکاری، درخو، ہشمنہ اس کے پاس آئیں اور اس کی باتوں کو سنیں۔ کبیز صاحب میں یہ دونوں ذمف تھے۔ وہ بھی قطب کی حیثیت میں ایک جگہ قیام فرماتے تھے اور کبھی بہائی حیثیت میں جیوہوں کو چماتے پھرتے تھے۔ اس طرح کے چماتے کا نام ست سنگ ہے اور ان کے ست سنگ میں ہر اعتقاد کے آدمیوں کی شرکت کے سبب سے ہر مذہب پر بخشی ڈالنے کی ضرورت نے کلام کو ہمہ گیر بنا دیا ہے اس وقت سے سنت سنت میں مذہب کی مشابہتی پہلوؤں کے مقابلہ کرنے کے لئے کارواج ہوا۔ جواب تک بربر چلا آتا ہے۔ کوئی شخص قبول کر یہ نہ ہے کہ مذہب فقر میں صرف ایک ہی خیال کا مطالعہ مد نظر رہتا ہے۔ جس ست سنگ میں بدانت، یوگ، سانکھ، پوران، سمپیدائی، شاستر وغیرہ سب پر نظر دیا جاتی ہے اور جو شخص بغور ست سنگ کرتا رہتا ہے اگر وہ تمام مکاں نہیں تو اس ترکیب سے مذہب کے غمزدگی پہلوؤں پر اسے غور کرنے کا موقع ہوتا جاتا ہے، اور اب تو یہ سنت کا خاتمہ ہو گیا ہے کہ جو آدمی جس طبیعت کا ہو اسی کے نقطہ خیال سے اسے سمجھ بچھا کر سنت کی دولت دی جاتی ہے۔ ہاں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اس گورکھ دھندے سے گھبراتے ہیں۔ ان کی تعلیم نہ اس قسم کی ہوتی ہے، اور جیسا ادھکاری دیکھ جاتا ہے اسے اسی طرح کی تعلیم کو فیض بخش جاتا ہے اور اگر بات ہے تو پھر سنت سنت کے آپاریہ کام نہایت ذمہ داری کا فرض بن جاتا ہے اور تا وقتیکہ وہ زیادہ و تفکار نہ ہوگا ایسی امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنی تعبیر سے اہانت، دشمنی دے سکے گا اور اگر وہ واقفکار نہ ہوگا تو ممکن ہے اس کی بکری تقسیم دھاری کی باعث ہو جو قطعی طور پر ممنوع ہے۔ دلا زاری نہیں بلکہ دل دہی اس کا معمول ہے۔ دلا زاری یا یہ ہے۔ دل دہی اور دل جولی دھرم ہے۔

## مت اور اس کی تاریخی اہمیت

فقیروں کے طریق کی تاریخ دیکھی سے غالی نہیں ہے۔ ابتدا آفریش ہی سے قدرتی نظام میں اس کا اہتمام ہے اور اس سے بیحد نظری سے دیکھنے پر واضح ہو جاتا ہے کہ کوئی شخص اس کی ابتدا کا زمانہ مقرر نہیں کر سکتا۔ اس کا مکان مکی ل ہے۔ فقیر ہر کلیہ ہر منو نتر اور ہر چیز میں جگہ میں ہوتے آئے ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے اور نہ کا وقت قوت دنیا میں ظہور نہ ہو کرتا تو یہ دنیا، تم کدہ جی رہتی اور زندگی سے خوش غامی اور خوش ادائی کا منظر مدہ در معقود رہتا۔ پڑے کے بعد خود برشیوں جی سے دنیا کا سلسلہ چلتا ہے۔ منو کے ساتھ بہت رشی رہتے ہیں اور ہر انسان کا تعلق کسی نہ کسی رشی سے ہوا کرتا ہے۔ جس آدمی کو جس رشی کی تعلیم پسند آتی ہے وہ اسی کے گل اور گونز کا سمجھا جاتا ہے۔ یہ بھی کچھ قدرتی نظام کا قانون سمجھا جاتا ہے اور اس کا سبب بھی ہے۔ یہ ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ قدرت کا اہم سائنس تھا اور سائنس اصولوں کے زیر اثر ہوا ہے جس کے اوجھٹا تا پست رشی ہیں اور انھیں اصولوں کے زیر اثر در ان کی محی رشی کی وجہ سے انسان میں مختلف المزاجی کی خوب آجانی ہے اور جو شخص جس مزاج کا ہوتا ہے وہی تعلیم اس کے لئے خاص حالت اور خاص وقت میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ کثرت کے طبقہ میں کثرت اور اختلافات کے سوال کو نظر انداز کرنا غلطی اور غلط فہمی ہے۔ یہاں دو آدمیوں میں سے دونوں کی ایک رائے کا بڑا غیر ممکن ہے اور جب رائیں ہیں بلکہ تو ایک مذہب کا ہونا کیسی شکل بات ہے۔ اخیال کو تہ نظر کہ کرسنت مت میں مذہبی عقائد کو مت کہتے ہیں۔ مت کے اصلی معنی رائے ہیں۔ رائے کا تعلق نقطہ نظر اور نقطہ خیال سے ہے۔ مت سنسکرت لفظ 'مت' سے نکلا ہے اور مت کا مادہ یا خرج من ہے۔ مت کے معنی یا تنگ منی کے نزدیک نامی لغت میں لکھی ہیں مثلاً بانا ہوا، سمجھا ہوا، تعلیم کیا ہوا، یقین کیا ہوا، شرعاً اور دھواں کیا ہوا، مقصد نیت، گیان، اصول، رائے، غرضیکہ وہ سب کچھ ہے۔ اس خیال سے اب آج کل راجا سوامی مت میں ہر مذہب کو مت ہی کہا جاتا ہے۔ مثلاً سانکھیہ مت، نیاست، ویدانت

یشنو مت، جین مت، بدھ مت، شاکت مت، شیو مت وغیرہ وغیرہ یہ سب اہل میں مستہی ہیں اور جس کا جیسا مت ہوو، اسی مت کے تعلقات ہیں اپنی دلی، دماغی، عقلی اور روحانی ترقی بہ آسانی کر سکتا ہے۔ دوسرے مت کے جھیلے میں پڑنے سے اس کو اپنی ترقی میں دیر لگے گی۔ پست برشیوں کے سات مت تو ضروری ہیں۔ لیکن تاہم کسی رشی کی اولاد میں اگر مختلف برشی کے عقائد کا سامان نظر آئے تو اس کو اسی خاص رشی سے تعلق پیدا کرنے کی آزادی حاصل ہوتی تھی۔ در رشی اُسے بہ خوشی اس کے تتبع اور پیروی کا حکم دے دیتے تھے کیونکہ اس کا قصہ اسی کے پاس ہو کر تھا۔ اور وہ اس کے ذریعہ سے فیض کا رن مشکل سمجھا جاتا تھا۔ اور جب اس نے اس خاص معلم سے پنا تعلق پیدا کیا تو پھر اس کے سنسکار کی ضرورت نہ لاحق ہوئی اور اسی نے سنسکار کی وجہ سے اسے دو جہاں کہا جاتا تھا۔ یعنی اس نے اپنا دوسرا جہنم اختیار کیا۔ رشیوں میں تعصب اور ہٹ دھرمی نہیں تھی۔ وہ سوال کو سمجھتے تھے۔ اس لئے آزادی دینے میں وسیع دلی سے کام لیتے تھے کیونکہ اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو اس کا نقصان ہو جاتا۔

## ہر دور کی مذہبی تعلیم

ہندوؤں میں جو ہر شخص کو مذہبی آزادی کا حق حاصل ہے وہ اسی وجہ سے ہے۔ مذہبی طور پر ہندو آزاد ہے۔ چاہے وہ کسی طریق سے خلق پیدا کرے مجلسی نظام میں اسے منع نہیں کر سکتا تھا۔ ہاں مجلسی قانون کی رو سے وہ قید و بند میں رہتا ہے۔ اسے رشی بھی یہ علم نہیں دیتے تھے کہ مجلسی یا قومی شیرازہ کو شکست کرے۔ مذہبی خیال کی نظر سے اسے آزادی ملی۔ یہ خصوصیت دنیا کی اور کسی قوم میں نہیں ہے۔ وہ مذہبی غلام ہیں۔ ہندوؤں کو اگر غلام کہ جائے تو وہ مذہبی طور پر آزاد ہیں۔ صرف مجلسی طور پر وہ غلام ہیں، اور مجلسی نظامی تعلیم مذہبی برکات سے خروم نہیں رکھ سکتی تھی۔ اس کو یہ قدرتی نتیجہ ہوا کہ مذہبی خیالات کی جس وسیع پیمانہ پر ہندوؤں میں ترقی ہوئی ہے اس کا شہر مشیر بھی دنیا کی کسی قوم میں نہیں ہے اور اس مذہبی تعلیم کا سلسلہ جن رشیوں سے چلا ہے وہ فقیر تھے، مرتاض تھے، بلند خیال تھے، بلند باطن تھے اور قابلِ تعلیم



مجھے جانتے تھے۔ برٹیوں کے وقت میں تعلیم کا سلسلہ اور طرح پر نقد و وہ دین اور دنیا سے آزاد رہ کر  
قوم کے بچوں کی جامع اُن کے مزاج کے موافق تربیت کرتے تھے۔ پہلے صرف دھیان کی تعلیم  
کا رواج تھا۔

اس کے بعد گھجیہ اور ہون کے سلسلہ میں دھیان کی تربیت ہونے لگی۔ بعد ازاں برہم دیو  
نے اُسے ناپسند کیا۔ یہ برہم دیو منوجی کے رُکے تھے۔ صاحب تخت و تاج تھے۔ ہندوؤں کو  
دشمن کا اوتار مانتے ہیں اور گھجیہ برہمنی یا گھجیہ دیو تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ گھجیوں کے سخت  
دشمن تھے۔ اس میں ایک راز ہے جسے کٹر لوگ سمجھتے ہیں۔ برہم دیو سچے گھجیہ دیو تھے۔ اُن کے  
پہور نے گھجیوں کو قتل کر دیا۔ اب اُن کی ضرورت نہیں باقی رہی۔ کیونکہ تعلیم ہمیشہ ضرورت  
کا سوال ہے۔ اور اُن سے جو تعلق ملی اُسی سے جین مانگ کا پھور ہو جوا ہنسنا کا مارگ ہے۔  
گھجیہ صرف خاص وقت کا دھرم تھا۔ برہم دیو نے اب پیدا ہو کر مورتی پوجا کا رواج دیا۔  
اس دور میں دھیان کی تعلیم کے سلسلہ نے مورتی پوجا کی شکل میں رواج پایا۔ یہ مورتی پوجا کی  
شکل دور بعد زمانے کے شیواں نے جی کی صورتوں میں مورتی پوجا کے ساتھ ہنسنا کا مارگ  
دیا۔ ہنسنا کا مارگ کے اصول یا علم کی بدھ کی شکل تبدیل ہو گئی تھی۔ تیرتھنکر  
جو نے وہی ہی کام کرتے رہے۔ اور بدھ کی شکل میں اُس اصول کو عالمگیر ہونے کا  
موقع حاصل ہوا۔ بودھ اور جینی علم و اصول کے لحاظ سے اختلافات رکھتے ہوئے ایک ہی ہیں  
نزدی فروعات میں فرق ہے۔ ان کا فلسفہ فانی ہے اور نظر انداز کئے جانے کا مستحق  
نہیں ہے۔ جین دھرم اور بدھ مذہب دونوں انسان کی مالگیر اخوت کے معلم ہیں۔ دونوں  
کی تربیت مورتی پوجا سے درست ہے اور چونکہ مذہبی تعلیم میں اعلیٰ درجہ کی بسیط نظری اور وسیع  
نہ ہے اُن کا تعلق براہ راست ویدانت سے ہے جس کی جڑ وید اور اُیشوا میں ہے۔ جو  
علم ویدانت جہاں نے روح اور شونہ کی توحید کا یقینی علم حاصل کرنا چاہا ہے وہ بدھ دھرم  
کا فلسفہ جات پر نظر انداز کر دیا ہے۔ یہ بدھ دھرم خالص ویدانت ہی ہے۔ اسی کے برابر اس کی  
شکر پر یہ نے پناہ مت کمل کی ہے۔ حسب اور بدھ دھرم کی دوسری چیز ہے۔ انصاف و رحمت  
اور چنر ہے۔ اس کے ساتھ بدھ دھرم ہی دیش و غیر متوں کے پیدا ہونے کا باعث ہو ہے۔

پھر مذہب کا چوتھا دور آیا۔ جب اس مورتی پوجا کی بھی چند ضرورت باقی نہیں رہی  
کھٹک کے آچار یہ سنتوں نے پرگٹ ہو کر جیو دس کو چھٹا شروع کیا اور عرف نام کے ذریعہ  
دھیان اور مکتی کا سادھن بتایا جو سب میں سہل اور سب میں آسان ہے۔ یہ عرف نام  
ہی اپنا خیال نہیں ہے بلکہ درجہ نام بھی ایسا ہی کہتے آئے ہیں۔ مہاتما گو سوامی تلپی داس  
اپنی رامائن میں اس طرح لکھتے ہیں۔

دھیان پر ہم جگ جگ دوجے بندہ پیر پر پتوشت پر پوجے  
کلی کیول اک نام۔ دھار پتو شرنی سمرتی سنت مت سارا  
یعنی پہلے ست جگ میں صرف دھیان کیا جاتا تھا۔ دوسرے تہ جگ میں ٹیوں  
کی ضرورت تھی۔ دوا پر میں مورتی پوجا سے ایشور کو راضی کیا جاتا تھا۔ اب کھٹک میں  
صرف نام کا سہارا لیا جاتا ہے جو شرنی سمرتی اور سنت مت کا ہے۔

اور شروع سے لے کر آخر تک یہ کام عرف فقیروں ہی سے مربوط اور منسوب تھا۔ پہلے فقیر  
برٹیوں کی صورت میں تربیت کرتے تھے۔ پھر ہی جتی بنے۔ بعد ازاں مذہب کی شکل بدلنے  
پر وہ آچار یہ روپ میں سمپردائی ہو گئے اور اُن کے تحت نام سادھو، بیراگی، پھلشوا، پیر  
بنے گئے اور ہر زمانے میں اُن کی صورتیں غریباں، غریب شرت، درویش، متا، جگر، گانا  
تھیں۔ قوم اُن کی عزت کا دم بھر کرتی تھی اور قیمتی کے سنام کو مقدم سمجھتی تھی۔ یہاں تک  
بودھوں کے زمانے میں قوم کی یہ صورت ہو گئی تھی کہ گزہستی اپنا مال سب سب سکھوں اور  
دھاردوں کے پیرز کے فقیروں ہی کو اپنی اولاد کا معلم سمجھتے تھے اور خود زندگی پر  
کرتے تھے جس کا باقی ماندہ نشان اب تک کسی قدر برہم کے ملک میں نظر آتا ہے۔ لیکن زمانے  
نے دوسری صورت اختیار کی۔ مایا کا جو جیو دس پر زور شور کے ساتھ شروع ہو گیا۔ زندگی کی  
ضروریات بڑھ گئیں۔ اب سادھوؤں کی وہ عزت نہیں رہی جو پہلے غنی کیر صاحب کے  
زمانے میں تو خیریت تھی۔ اب اور حال ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر پریم پرنس حضور معنی مقدم  
نے گزہستی کی صورت میں گزہست فقیر کے نمونہ کی مثال قائم کی تاکہ جیو گزہست اکثر کم کا دھرم  
پالن کرتے ہوئے فقیرانہ زندگی بسر کریں۔ یہ فقیروں کے اسیٹینوٹن کی منتظر اور سرسری تواریخ ہے

اور صرف اتنا ہی نہیں کیا گیا بلکہ ہر قسم کے مذہبی خیالات کا مجموعہ مرکب بنایا گیا تاکہ ہر شخص کو اس سے فیض حاصل ہو۔ اور کوئی شخص بھی جو سمجھ بوجھ رکھتا ہے مذہبی برکتوں کے مفاد سے محروم نہ رہے۔ سنت مت اس نظر سے دنیا کا مالگیر اصول ہے جس کی ہر بانی کی نظر ہر بشر پر ہے اور ہر شخص مرد و عورت بزرگ و جوان اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

عقلی زمانہ

سنتوں کے تعلیم کا زمانہ بالعموم کلنگ میں بدلتا ہوا ان کے بدلتا ہے۔ پہلے زمانے میں چاہے سنت چینی تعلیم دیتے رہے ہوں لیکن ان کے مت کا پرچار بودھی عہد کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اور بدلتا ہے بعد سب سے پہلے جس سنت نے اپنا مقامی رنگ الاپا ہے وہ صرف کیرلیا ہی تھے اور سی وجہ سے وہ آدی سنت اور سنت سنگور وقت کے کہے جاتے ہیں۔ بدھ سے مراد ہے بدھ کی ادھتاتاسے۔ بدھ ہی زور پر آجاتی ہے۔ ہر شخص بال کی کھال نکالتے لگتا ہے۔ ایسے آدمیوں کو حقیقت کا سمجھنا آسان کام نہیں ہے۔ سنتوں نے اس کا اپنے ذمہ لیا اور جو شخص ان کی طرف رجوع ہوا وہ وہ کیسا ہی باخبر اور واقف عالم نہ رہا ہونٹ اسے بھی جیتا دینی دیتے ہیں اور ہر پہلو سے اس کے معنی کر کے کامیاب کر دیتے ہیں۔ یہ وجہ ان کے تمام مذہبی پہلوؤں کے زیر نظر رکھنے کی ہے اور یہی ان کی حریف ہے۔

عقل کا راستہ پیچ در پیچ ہے۔ پڑھنے لکھنے اور عقلی مواد و مساحتہ کے سبب سے انسانی عقل زور پر آجاتی ہے۔ اگر اس کی تربیت نہ کی جائے تو پھر وہ گمراہ بنا دیتی ہے اور آدمی دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔ سنت پرکٹ ہو کر اس کی اس عقلی کا علاج کرنے پر اور اسے عالم ہونے پر بھی عمل ہونے کی ہدایت دیتے ہوئے سہل و آسان طریقہ نکال کر دکھانے کی تدبیر بتا دیتے ہیں۔ کیر صاحب نے سب سے پہلے اسی فرس کوارا کیا ہے۔

ارتقا کے اصول کے بموجب ہی بدھ رنج کھٹ دشنوں کا وجود ظہور میں آیا ہے۔

اب وہ اصول خاموش ہو گیا۔ جس طرح زندگی اس قانون کے زیر اثر انسان میں آکر لی ہوئی اسی طرح خیال اور وہ بھی خیال کو بھی تو مکمل ہونا چاہیے۔ وہ مذہبی خیال کا یہ کمال سنت میں دیکھا جاتا ہے جس کے بانی مہینی پریش پورن دھنی کیر صاحب ہیں۔ دنیا اس وقت ایسی بات کو نہیں سمجھتی اور نہ اس کے صحیح ماننے کے لیے تیار ہے مگر وقت آرہا ہے جب اسے صحیح تسلیم کرے گی اور وہ وقت قریب قریب آگیا ہے۔ اور ساتھ ہی معلوم ہو رہا ہے۔

جنس کے تقاضا کا

سب کہتے ہیں کہ بدھ شوروں سے پوچھتے اور یہ درست ہیں۔ مذہب دین تو فیہ کسی صحیح تعلیم کیا جاسکتا ہے طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ محبت اور یہی وجہ ہوگا، جنس کے تقاضا ہوگا، غیر جنس کو نہ چنگ کسی نے پایا اور نہ اس کا مکان ہے۔ قدرت میں کہیں بھی یہ بات نہیں نظر آتی، اگر پھر بھی نہ ہے تو وہ اس کی صرف جزوی اور ان سمجھی ہوئی حیثیت ہے انسان کو اور انسان سے نہ ہر محبت کرتا ہے مگر یہ محبت نہیں ہے۔ یہ ایک دلی لگاؤ ہے دلی لگاؤ کا تو امکان ہے مگر محبت، غیر جنس میں مکان محال ہے۔ وہاں ہر وقت کشاکش اس کی بنیاد مضبوط ہوگی اگر کسی کو شاد و اوسو پائے تو پھر دیکھو، انسان اسے پیار کرتا ہے میں، یہی حال انسان و غیر انسان کے متعلق بھی سمجھو۔ ایک شخص اپنی بیوی اور بڑے کو پیار کرتا ہے۔ بیوی اور بڑے کی موت ہوئی اگر وہ مرنے کے بعد اپنی بیوی لانی اور سوکشم شریر میں اہر ہوں تو وہی پیار کرنے والا ان کی طبیعت، موت کہتا ہوں، جاگ جائے گا اور ان کے سایہ چہرہ ہیز کرے گا۔ سبب یہ ہے کہ ان کے درمیان غیر جنسیت کا نقص واقع ہو گیا۔ انسان تو حوال جسم والا ہے۔ سوکشم اور لطیف جسم والے ہیں۔ ستول مسہ والے کو سوکشم جسم والے کا متباد ہیں رہا پس اگر وہ محبت بھی کرے تو کس طرح کرے۔ یہ سمجھو اور سوچنے کی بات ہے جس ایک نادان بچی بھی سمجھ سکتا ہے۔ انسان کثیف ہے۔ ایشور لطیف ہے۔ انسان جسمانی ہے۔ ایشور روحانی ہے۔ پس کہنے کے لئے تو ہر شخص کو رہبان بنی ہوئی ہے۔ کوئی سی کی زبان نہیں پڑھتا۔ اس فائدہ سمجھا سکتا ہے کہ جب تک دونوں جنس نہ ہوں گے ان کے درمیان کچی محبت کا

میں آئے درتب مذہبی عقیدہ کو تقویت ملی۔ مسلمان بھی اگر ذرا اپنی مذہبی رویتوں کی طرف توجہ دیں تو یہ پسند دم کے دم میں ملے ہو جائے۔ ہم یہ تو اذہب کہتے ہیں کہ سوا ہم جنس کے اور کسی سے محبت نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے اگر ایشور یا خدا کو ہم سے بھونا منظور ہے تو وہ آدمی کی شکل میں آئے تاکہ ہم اس کی محبت کریں اور یہ تسانی خدا پرست بن جائیں۔ بغیر دیکھے ہوئے خدا کی پرستش صرف مذہبوں کا کام ہے۔ جس مجبور حقیقی کا ہم کو پریشان تک نصیب نہیں ہوا ہم اسے کیا پوچھیں گے اور کس طرح اس کا عقیدہ بدل میں قائم کریں گے! بات بنانے کو تو چاہے کوئی بنایا کرے۔

مسلمانوں کی اس کمی بڑیکہ کر صوفیوں نے مرشد پرستی کا رواج دیا اور آدم کی شکل میں وہ خدا کو پوجنے لگے۔ مرشد آدم صورت ہے۔ آدم خلیفۃ اللہ ہے۔ آدم خدا کی شکل میں بنایا گیا ہے اور مسلمانوں کے ابتدائی بہتر فرقوں میں سنت ابھارنت یعنی سی مسلمان ہی اکثر ہیں اور ان کے درمیان سب ہی کسی۔ کسی مرشد کے ہاتھ بیعت کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ جیسے ہندو کہتے ہیں کہ گوروں کی ٹکٹی نہیں ہے ویسے ہی یہ سُنی مسلمان بھی مانتے ہیں کہ بے مرشدے کی مغفرت نہیں ہے۔ اس انگ میں یہ اور ہندو بالکل یکساں ہیں ذرا بھی ان کے درمیان فرق نہیں ہے۔ ہاں ہندو تو صاف صاف کہتے ہیں:-

گورو بڑیا گورو وشنو گورو دلوو ہیشورہ

گورو ساکشات برہمنہ تسمے شری گورو سے منہ

یعنی گورو ہی بڑیا گورو ہی وشنو اور گورو ہی ہیشور ہیں اور گورو ساکشات برہمنہ ہیں۔ اس لئے گورو کو نہ کا سبے گریہ چارے منظوم اور بے تصور صوفیوں کو نادن اہل شریعت والوں کے خوف سے ایسی ہمت بھی نہیں ہوتی کہ وہ صفائی سے حقیقت کا نشان کرتے سنا ہم دینی زبان میں جو کچھ کہتے بنا وہ کہہ گئے۔ مولانا روم فرماتے ہیں

چونکہ کردی ذات مرشد را قبول

ہم خدا در دانش آمد ہسم رسول

یعنی جب کسی نے مرشد کا دامن پکڑ لیا تو خدا اور رسول دونوں ہی اس کی ذات میں

پیدا ہونا دشوار ہے۔ اگر ایشور اپنے جلال اور جمال کے ساتھ ابھی جیووں پر پڑ گٹ ہو تو یہی توجہ ہے کہ وہ اس کی تجلی کو برداشت نہ کر سکیں گے اور دوسری یہ ہے کہ آدمی خوف میں آجے اور خوف محبت کے رشتہ کی کاٹنے والی ہے۔ یہ قدرت کا سکہ اور مہر قد اُصول ہے۔ ذہن کے تمام مذاہب بغیر اصلیت کے سمجھے ہوئے اناب شتاب گنگو کیا کرتے ہیں۔ کوئی انہیں سمجھائے بھی تو کیسے سمجھائے! اور وہ سمجھنے اور راز حقیقت کے جاننے کے لئے تیار نہیں ہیں! وہ تو دھوکے اور بھرم میں پڑے ہوئے ہیں۔ دھوکے کھانے ہوؤں کو سمجھانا آسان تو نہیں ہے۔ جی بھرم دھوکا اور فریب کا نام اگیاں ہے۔ اگیاں کیا سمجھے گا اور اسے کیا کیا سمجھائے گا۔

مورکھ کے سمجھاوئے گیان ہر دے کا جائے

کویلا ہوئے نہ اوجلا چاہے تلومن عابن لائے

سنتوں نے اس بات کو خوب سمجھا ہے۔ سمجھ بوجھ تو تجربہ سے آتی ہے۔ اہل مذہب نے سمجھنے کی خود کوشش کی تب جا کر اس سنو کی کچھ بزدلی سمجھ رفتہ رفتہ عہد یوں کے بعد ان کی سمجھ میں آئی۔ وشنوؤں میں خاص اوتار دس ملنے جاتے ہیں۔ چتھ، پچھ، وراہ، رتھ، دامن، پرترام، رام، کرشن، اچتھ اور مہلی۔ روپ تو سب ہی وشنو کے ہیں مگر سوا رام اور کرشن کے یہ عبادت کس کی کہتے ہیں؟ مندر کن کن اوتاروں کے زیادہ بنتے اور بنائے جاتے ہیں؟ اگر اسی ایک بات کو کوئی شخص ذہن نشین کر لے تو یہ راز یہ آسانی سمجھ میں آئے لگے۔ رام اور کرشن انسان تھے۔ انسان کے وجود میں ظاہر ہوئے۔ ہم جنسیت کا مہر ملے آیا۔ اس وجہ سے لوگ ان کی محبت کا دم بھرنے لگے اور بہت سی نیت میں اعبادت کی معراجی ملاقات پیدا ہوئیں اگر وہ انسان نہ ہوتے تو پھر اس قدر نہیں بہ دھڑکی نہ حاصل ہوتی ہوتی۔ اسی طرح بالکل اسی قاعدہ کے موافق جینیوں کے درمیان یہ مسکروں کا اور بودھوں کے درمیان بدھوں کی شخصیتیں جلوہ آرا ہوئیں اور اس کی صورت میں ان کی پرستش کا رواج جاری ہوا۔ یہ آریوں کا بدھ تانت تھا۔ یہودیوں میں بھی جو غیر آریہ طریق ہے اسی اصول کا شمول کرنا پڑا۔ حضرت مسیح جو یہودی تھے ایشور کے دھار کے روپ

آگے۔ فدا فی الشیخ کا رتبہ خود فدا فی رسول اور فدا فی شہ ہے۔

مولوی، مرنی سے اور بھی بے شمار کام سی طرح ذیلی زبان میں کہے ہیں تاکہ حقیقت کے سچے طالب رجوع ہو کر بہ ایمان میں اور ساتھ ہی دین و دنیا کے خطرات سے اور مصون رہیں۔ وہ کہتے ہیں:-

مسجد سے ہست اندرون زلیا : : سجدہ و گاہ جملہ ہست آغا خ  
گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ ہست : : من نہ تخم بیج در بالا و پست  
در زمین و آسمان و عرش نیست : : من نہ با شتم آیں یقین داں آئے عز  
در دل مومن بہ تخم دین عجب : : گر مرا خواہی ازاں دلبا صد  
ترجمہ :- اولیٰ ذالک : : میں سجدہ سے خدا و اہل رہتا ہے۔ سب کو چاہیے کہ اسی  
کا سجدہ کریں ۲ پیغمبر سے کہا : خدا خود فرماتا ہے کہ میں کسی جگہ ہندی اور پستی میں گیا  
رہا (۳) آسمان میں اور اس میں بھی یہی سجدہ نہیں ہے یہ یقین کر کے سمجھو  
(۴) عجب ہے کہ میں مومنوں میں نہ بھگنوں کے۔ ان میں رہتا ہوں اور اُن کے  
محبت سے کہ وہ ان میں جو رکے : : ہست سوال کر اور ان میں مجھے بخونہ سے  
بگیر نہ سب سے ہی اسی بات کو وہ منطوق میں اس طرح بیان کیا ہے:-

من میرا پیغمبر ہوں : : اؤ کر بیوا کا شہس  
سوزگ لوت خانہ : : صاحب سسین  
گو مونی دوسے ہوئے ہیں مگر بدلتی چیز : : ت کہنے سے : : نہیں آتے۔ سووی  
کا ارشاد ہے:-

ہر کہ فدا بہ تہنیتی باقی : : کوشین اندر حضور اولیا  
اولیا خداں میں آئے ہیں : : حاجری و خانی اندر نظر  
تہنیتی سستہ : : بہتر از عدل و طاقت پلے یا  
ترجمہ :- ۱۔ جس کو خدا کا تہنیتی منظور ہو ان سے کہو کہ وہ کی مدت میں جا رہے ہیں  
(۲) یہ اولیا خدا کے لڑکے ہیں اور وہ غائب اسی کی نظر میں رہتے ہیں یعنی غور خدا

۳۔ جو شخص ایک لمحہ کے لئے دلی اگور دے یا اس بیٹھے تو اس کا مٹنا سو برس کی عمر  
بندگی سے بدرجہا بہتر ہے۔

یہ مسلمان شیعوں کا حال ہے جو مونی پرست ہیں۔ ان شیعوں میں شیوہ سلاں یعقوب کے  
مخالف ہیں۔ وہ مردم پرستی کے طریق کے جان دشمن ہیں۔ مگر ان کا رویہ نہیں کرنے لیکن  
اگر وہ بھی اپنی روایتوں پر غور کریں تو ان کی سمجھ میں آئے گا کہ ان کے عقیدے میں سے جب کبھی خدا  
کا اپنے اندر درشن کیا تو انھیں وہاں حضرت علی کی صورت نظر آتی ہے۔ حضرت علی آدمی ہی کے  
شکل کے تھے۔

انفرض کہاں تک کہا جاسکے۔ اعلیت پسند حقیقت پسند در حق پسند دنیا میں بہت  
گو ہیں۔ مادی غام میں ان کا رویہ ہے مجبوراً خاموشی اختیار کرنی ہے تو سب پر جو کچھ ہم کہہ رہے  
ہیں سچی اور نیچ بات ہے چاہے اسے کوئی مانے یا نہ مانے۔ کہتے ہیں : : اب باب در فدا  
ترجمہ :- یہ ہے کہ غیر جنس سے خدا کی عبادت اور عبادت غیر جنس ہے اور فدا : : نظام جس کا سنگ  
محال ہے اور اسی غلطی کی وجہ سے انسان و مرنسند میں ہوتا اور نہ میں بین کا رجوع حاصل  
کرتا ہے۔

گورو

نئی برس ہوئے ایک پادری صاحب مٹر : : شہرت کیرجول صاحب کا بیکٹ پڑھنے  
آتے تھے۔ ان کو گورو کی اہمیت ملنے میں اعتراض تھا ویرمہ خیال ہے۔ بیکٹ کا جو گورو  
ترجمہ انھوں نے کیا ہے اُس میں بھی اس قسم کی مکتہ نہیں کہنے سے باز نہ آئے ہوں گے۔ مگر  
ہم نے ان سے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ حضرت مسیح گورو تھے۔ گورو : : سان ہی ہوتا ہے۔  
خدا نے کبھی گورو دانی نہیں کی۔ یہاں تک کہ مسیح کو خود حضرت یوحنا کو گورو دھارن کرنا پڑا  
تھا جنھوں نے اُن کا اصطلاح کیا تھا۔ حالانکہ وہ خود مسیح کو اپنے سے کسی طرح بہتر سمجھتے تھے  
جس طرح یہاں شری رام چند جی ہاراج کیر صاحب کے متعلق عقیدہ رکھتے تھے مگر کہا گیا ہے  
یہ لوگ غلط و ہمسکے حکم پر ہو رہے ہیں۔ سست سنگ : : کیرجول نہیں ہے۔ مذہب کے  
اصل اصول سے انھیں خبر نہیں ہوتی اور نہ نگاہ اپنی ہوتی ہے۔ گریہ صرف ایک ہینہ ہی سہو

کی صحبت اختیار کر لیں تو انھیں سچے اسلام اور سچی مسیحیت کی خبر ہو جائے۔ بغیر سنتوں کا سہارا لیجئے، جو سچے یہ معتمد ان سب کے لئے ہمیشہ کے واسطے رازِ سرستہ رہے گا۔

## ایک شبہ

ان سطور کو پڑھ کر لوگوں کے دلوں میں کئی قسم کے شبہ پیدا ہوں گے۔ ایک شبہ تو یہ ہوگا کہ سنت امتِ خدا پرست نہیں ہے یہ سنت غلطی ہے۔ گردن میں کوئی غریب ایسا ہے جو سچا خدا پرست ہے تو وہ صرف سنتوں ہی کا ہے بشرطیکہ کوئی شخص سچے اور غیر متعصب دل سے اُس کے سمجھنے کی کوشش کرے۔ سنتِ مہ میں نابِ شہادت کی جھکتی ہے شک نہیں کرانی جاتی۔ پیسے گوروں کو دیا جاتا ہے کہ ان کی خدمت میں جہتِ متول نگ دھیلا ہو کر سوشلزم تب امت پر مذہب سے جدا ہے۔ لطیف لطیف میں بحسنیت پیدا ہوگی۔ غیر نسبت کا طرہ سے ہے کہ وہ دونوں کے درمیان محبت کے رشتہ کی بنیاد پڑ سکے گی۔ اس کے بعد پانی میں اس کے ز اس سے زندگی میں تبدیلی نہ آئے گی۔ ہمیں یاد ہو جائیگا کہ یہ سب باتیں پلٹ کر آئی تو اندر ہی کرانی جاتی ہے اور اسی کمائی کے لئے باہری گوروں کا سہارا دیا جاتا ہے۔ اندر سے اندر ہی ہے۔ سنتِ مہ کسی کو صورتِ تیر نہ دیتا اور جب تیر میں نہیں پھنستا۔ سب کو اپنے ہی اندر ڈھونڈنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ بھی مندرِ مسجد اور گرجا کے جمیلوں میں پھنسا جاتا۔

## دوسرا شبہ

دوسرا شبہ یہ ہوتا ہے کہ یہ تو دیا پک کی پوجا نہیں ہوتی، محدود کی پوجا ہوتی۔ جواب یہ ہے کہ محدود طبقہ میں محدود دیت کے سہارے چل کر غیر محدود کا گیان پر اپنت کیا جاتا ہے۔ تم تھوڑی آگ سے گرمی لیتے ہو یا محیطِ گل آگ سے ہاتھ تھوڑا پانی پیتے ہو، محیطِ گل پانی کو اپنے اندر رکھ لیتے ہو! جیسے ہوا اسی طرح گویا ہمارا کرتب تو کچھ تمھارے ہاتھ

آئے گا اور گریاتیں بناتے ہو تو بنایا کرو اس سے ہوتا کیا ہے! جو لوگ دیا پک یا محیطِ گل کی پاستا اور دھیان کرتے ہیں ذرا اُن سے پوچھو تو سہی کہ دیا پک کا دھیان کیسے کرتے ہو۔ زیادہ سے زیادہ سمندر یا آکاش کا دھیان کرو گے مگر سمندر و آکاش بھی تو دونوں محدود ہیں اول تو آکاش کا دھیان ہی نہ بنے گا کیونکہ اُس کا آکار، ٹکھوں میں آتا نہیں۔ دوسرے وہ پانی بے سود ثابت ہوگا۔ روحانی جذبات کے بجائے میں کبھی مددگار نہ ہوگا دیا پک شکتی نے راج کسی کی مدد نہیں کی۔ چاندنی میں چور چوری کرتا ہے۔ بخاری جو کھلتے ہیں۔ چاندنی انھیں سنو تو نہیں کرتی۔ منع کرنے کی طاقت صرف گوروں ہی ہے اور جس طرح یوہار میں جزویات کے اصول سے تعلق رہتا ہے ویسے ہی رہا رتھ کی ابتدائی منزل میں بھی اُس سے کام لینا پڑے گا ہاں جب ترقی ہو جائے گی اُس وقت کی نسبت کچھ نہیں کہہ جانا۔ جز کو دیکھ کر کل کا تصور ہوتا ہے اور تب کل کے ساتھ ہم آہنگی کی جاتی ہے۔

گوروں کے سمجھنے میں سب غلطی کر رہے ہیں۔ خود سنتِ مہ کے کیف مزاج معتقدوں میں یہ غلطی جو رہی ہے۔ وہ شخصیت کو گوروں مان بیٹھتے ہیں۔ گوروں تو اشٹ آدرش اور مزاج کا نام ہے جو تھیں رے اندر ہے۔ جو گوروں کو آدمی سمجھ کر پوجتا ہے اُس کو صرف انسانی فیض ملے گا روحانی فیضان سے وہ محروم رہے گا۔ کیر صاحب کی بانی ہے۔

گوروں کو بخش جانتے تے زہے اندھ  
ہوئیں دکھی سنسار میں آگے جم کو پھند  
گوروں کو بخش جانتے چرنا مریت کو پان  
تے زہے جائیں گے جنم جنم ہوئے شوان  
گوروں کیا ہے دیہ کو سنگور چھینا ناہند  
جو ساگر کی دھاریں پیر پیر غوطے کھاہند

خود کیر صاحب کے سامنے اس قسم کے اعتراض بہت کئے جا چکے ہیں۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں۔ گوروں تمھارا کہاں ہے چھینا کہاں رہا ہے؟ سوال یہی بدھی سے ملنا بھیا کیسے چھوٹے جاتے؟



جواب۔ وہ بھرا گلں میں جیسا ہے گھٹ ماہہ  
 کہتے تھے میلا بھیجا بچھڑات کیہوں ماہہ  
 موجود نہ کی گوریالی کو ہم بھی نہیں سمجھتے ہیں اور میسا ہم پہلے کہاتے  
 ہیں وہ گوریالی ہیں ہے۔ وہ نہ دوکانداری ہے۔ جہاں آنکھ کے اندھے اور گانٹھ کے  
 پورے حاکر دنیا مال متبع گواہاتے ہیں اور نفسانیت اور جہانیت مولا لاتے ہیں۔  
 یہ نور نہیں ہے سانگی ہے۔ گوروکاس ناگہ جن کتابت اور کچھ نہیں مگر بھی تو یہ روزگار  
 چلا بھیجا۔

گورو گورو میں بھیج دے گورو گورو میں بھیج دے  
 سوئی گورو میں بھیج دے سوئی گورو میں بھیج دے  
 پورا استور ن پورا استور ن  
 سانک جتی کا پہن کر گھر گھر مانگی بھیج دے  
 پورا استور ن پورا استور ن  
 تنک تنک ہری بن کو بیچ ہی چھایا بھیج دے  
 گورو گورو میں بھیج دے گورو گورو میں بھیج دے  
 ہے ورنہ غور غور سے دوں بزرگ میں ڈھیلیکا کا صداق ہونا پڑے گا کیمر  
 صاحب کی الہی ہے ۔

(۱) جاگرتے جھم ٹاٹے  
 سو گورو مہاں  
 (۲) جھوٹے گورو کی بخش کو  
 دوار بنی دے بند کا  
 (۳) سائے گورو کے بخش میں  
 پھیلنے لگیں  
 (۴) گورو کے بند کا  
 جھم ٹاٹے

افسوس! کہاں تک کہا جائے۔ کوئی بھی تو سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کوئی گورنر جان کر کے سورتوں میں ٹپکتے ہیں۔ کوئی کڑھتوں کے پتے میں ٹپکتے ہیں۔ نہ انھیں بڑھتا، نہ ان کی آنکھ کھلتی ہے۔ اس قدر تجربہ کہنے پر بھی اپنی بہتری اور بدترکی کا علم نہیں ہوتا۔

۱۱) جاگورو کو گورو تم نہیں پائیں دیا بتاے  
یار نہ پہنچا نتو بہتہ جو میں بھٹکا کھاے  
۱۲) گورو نام ہے جگیت کو ششیدہ بیکہ بے سوئے  
بن پد بن مر جاہ نہ جو ششیدہ نہیں کوئے

۱۔ گھر میں گھر دیکھ دے سو گورو چتر  
 ۲۔ پنج شہر بستہ دھن باجے شب  
 ۳۔ گورو شنکار گریستے کیان منفق  
 ۴۔ من کا میل چھڑائے کر پست دہین کرے  
 ۵۔ کوٹن چنہ دو گویں سدرج کوٹ ہزار  
 ۶۔ سنگور بلیں باہر ایسے گھور ادھار

۱۶۱۔ ایسا کوئی تپنا جہنموں رہے لاگ  
سب جگ جیتا دیکھیا اپنی اپنی لاگ

(۷) ایسے تو ستونوں سے جن سے پہلے لاگ  
سب ہی جگہ سیٹل بھیا جب مٹی پتھر آگ

(۸) یہ تین بخش کی پوری تجزیہ امرت کی کھان  
سب سے دے جو ٹیڑھ میں ہے بھی سب سے جان

(۹) گورو بتا دیں سادھ کو سادھ کھس گورو  
اوس یہ میں کے میل سے بھٹی اچھ کی سوچ

(۱۰) جا کھوجت رہا تھا مگر نہ مل سکی۔

(۱) گورو بلا تب جاتے بیٹے موہ تن تاپ  
 ہر ش شوک بٹاپے نہیں تب گورو آپے یہ  
 (۱۲) نادی بندی ہوئے کرت کیجے چھب  
 کوئی تخت تلے کا نالا جاسے پوچھوں جیہ  
 (۱۳) تخت تلے کی سوکے جو تخت تلے کا ہوئے  
 منجھ محل کی کوکھے پر دیا گڑھا سوئے  
 (۱۴) منجھ محل کی گورو کہیں نہ دیکھا جن گھر  
 بنی دینی ہاتھ کر پردہ دیا اٹھ  
 (۱۵) پگھٹ کہوں تو مارا پردہ نکھے نہ کوئے  
 ہونہا چھیا پیال میں کچھ کبہ نہیری ہوئے  
 (۱۶) ہستو کہیں ڈھونڈے کہیں کھنڈی پدھی آدے ہا  
 کہیں کیر نب پائے جب بھیدی لیجے ہا  
 (۱۷) بھیدی یہ ساتھ کر دینا ہستو نکھا  
 کوٹ جنم کہ پتھ تھا پل میں پہنچا جائے  
 (۱۸) گھٹ کا پردہ کھول کر سنھ لے دیدار  
 ہا سبھی سائیاں آدی انت کا  
 ایسے دوزخ خوش ہستی سے مل جائیں تو پھر اس کے نصیب کو کیا ٹکانا ہے  
 چلو بھدی نہ کرو۔ اگر دں میں سچی خواہش ہے تو کسی نہ کسی وہ پوری ہو کر رہے گی  
 کو بگڑے۔ اس قسم کے گورو وہ کر بھی اپنی تعلیم دے سکتے ہیں۔ اس کی فکر  
 سب سنا کر نہیں ہوا ہے۔ صرف اھیان بھن اور سمرن میں لگے رہو اندر  
 نہ کسی طرح وہ بھیس پتاتے رہیں گے۔ مانی کہتی ہے۔

(۱) گورو کی آگیا آوٹی گورو کی آگیا جائے  
 کہیں کیر سو سنت جن آواگون نیانے

۲۔ لاکھ کو س جو گورو بیس دیکھے نہرت پٹھانے  
 شید تیری اسوار ہوئے چھن آدے چھن جائے  
 ۳۔ گورو جو بیس بنارسی شیشیہ سمندر ریت  
 ایک پلک ہرے نہیں جو کن ہوئے نہری  
 ۴۔ گورو ماتھے سے دترے شید بیہونا ہوئے  
 تا کو کال گھیسے ہے روک نہ سچے کوئے  
 سو فی کامل ہونا دوم بھی ایسی ہی صدائے ہیں۔

- (۱) شیخ افغان است دے ہمت جو حق
- ب مریدوں دے بے نصق
- (۲) دست پیر انہ غائب کوتاہ نیست
- دست آو جز قدرت ان نیست
- (۳) مرد را دست دراز آید نہیں
- برگزشت از آسمان ہفتیں

ترجمہ۔ ۱۔ گورو، پیور کی طرح نہ دے۔ وہ منہر بان کھٹے ہوئے ہوں۔ و سب  
 ہے (۲) گورو کا ہاتھ غائب آدمیوں کے لئے چھپ ہوا میں ہے۔ انہ ہاتھ ہونے بعد  
 کے اور کسی کے اختیار میں نہیں ہے (۳) انہ ہاتھ میں قدرت ہے کہ سب سے  
 اوپر پہنچا ہوا ہے۔

چے

پر پچھے صرف ایسے ہی گورو کو ملتا ہے۔ پر پچھے اندرونی سا کتا کار کو کہتے ہیں۔ جب تک  
 غیا پہچان نہیں دی جاتی تب تک کسی قسم کی جھکتی کا مطلق اعتبار نہیں ہوتا۔ سچے گورو  
 بنی پہچان انہ میں بختے رہتے ہیں۔ ورنہ گورو پر ڈرٹھ و سواں ہو گیا۔ سمجھو کہ  
 صاحب پرچے مل گیا ہے اور اب وہ لاکھ کوشش کرنے پر نہ جھکیں گے اور کسی کے  
 میں پڑیں گے۔

(۱) پتھر پر چنے تپ جاتے پتھر سوں بل بل جوتے  
 پتھر کی لالی تھوڑے پتھر گھٹے دیسے سوتے  
 (۲) لالی پتھر سے سوت کی جوت دیسوں تپت لالی  
 لالی دیسوں میں گئی میں بھی ہو گئی لالی  
 (۳) کیر من مٹھو کر بھیا لڑے برتر باس  
 کھر کھر ہے پیر بن برتر کوئی نج داس  
 (۴) گھٹ میں کو گھٹ پانی و گھٹ مایں گھاٹ  
 کہیں کیر پر بیا بھیا گورو دکھائی بات  
 (۵) سور سونا جانہ میں دونوں مل رہے ایک  
 من کا چیتا تپ بھیا چوب بھیا کے  
 (۶) پتھر پتھر پتھر پتھر پتھر پتھر پتھر پتھر  
 سبت پتھر پتھر پتھر پتھر پتھر پتھر پتھر پتھر  
 (۷) جھک لائی جوی ہو گئی پتھر پتھر پتھر پتھر  
 اٹ سنا آپ ہیں اب بھیا برتر سون  
 (۸) پیر من پتھر پتھر پتھر پتھر پتھر پتھر پتھر پتھر  
 میرے آبا کوئی نہیں ایک تمھاری آس  
 (۹) جب میں خاتب ہوں اب دور ہیں میں ناہب  
 کیر تھی ایک میں وہ راجسا نہ سناہب  
 (۱۰) میں جان میں اور حق میں نج ہو گیا سوتے  
 میں تیں دوا دھڑ گئے ہے کہن کو دوتے  
 (۱۱) کوٹک دیکھ دیر بن رنی شیشی پنا آجاس  
 صاحب سیوا مایں ہے سوتے پر دای داس  
 (۱۲) من منڈل کے پنج میں پنا کل کا چھاپ

پتھر اٹامی رم رہا نہیں منتر رہا نہیں جاپ  
 (۱۳) اٹ سنا آپ میں پتھر گئی جوت انت  
 صاحب سیوک ایک سنگ کھیلے سدا بخت  
 (۱۴) جن پاؤں بھوئیں ہو پھرے گھوڑے دیں دیں  
 پنا بھن جب ہو پنا آنگن ہو پنا  
 (۱۵) سوتے کرول نہ میں کرول سب دھڑ دے نواد  
 سچ من میں گھر کی پنا نام ادھار  
 (۱۶) جن پاؤں کا پتھر ہے من بستی کا دیں  
 پنا دیہ کا پتھر ہے کہیں کیر سندیں  
 (۱۷) لون گھا پانی بھیا پتھر نہ بھری ہے گون  
 سرت شبد میلا بھیا کال رہا گھی مویں  
 (۱۸) بل بل کھیلوں شبد میں انتر رہی نہ ریکھ  
 سچے کا مت ایک ہے کیا پتھر کیا شیش  
 (۱۹) اکھ لکھا لکھ لکھ کہت نہ دے پنا  
 نج من دھنا سردپ میں سنوڑ دینھی پنا  
 (۲۰) کہنا تھا سو کہہ چکے اب پتھر کہا نہ جائے  
 ایک رہا دوجا گیا دریا لہر سناے

## چتائے کے ڈھنگ

جس طرح کیر صاحب نے ہزاروں قسم کی بانیل کہی ہیں ویسے ہی مختلف طریقوں سے  
 جیو دل کو چتایا بھی ہے۔ کہیں تو آپ سا کھی اور شبد گار ہے ہیں۔ کہیں مذاق اور دلی  
 کر رہے ہیں۔ کہیں ایسی آوٹ پنا ملک باتیں سنار ہے ہیں جو لوگوں کی سمجھ سے باہر ہے اور  
 یہ مجبور ہو کر ان سے پوچھتے ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے اور ان کا رجوع ہونا تھا کہ انھوں نے

اُس کی تشریح کے سلسلہ میں اپنے اعلیٰ خیالات کا رپا بھی ساتھ ساتھ کر دیا اور کہیں الٹی سُستی باتیں کہہ کر اُن کی توجہ کا رخ اپنی طرف کھینچ لیا۔ کوئی کہاں تک بیان کرے۔ ایک دو باتیں ہوں تو کہی جائیں۔ دُعا دینی دنیا کا یہ زبردست منہم عجیب طرح کا دِل دماغ لایا تھا جسے دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ انسان کیا فوق انسان ہے۔

آپ کہتے ہیں۔

نوکی بوڑے رسل تڑائے پادری کا پانی بندیری جلے

مطلب یہ ہے کہ سوکھا ہو کہہ دیا تو نہ ڈوب رہا ہے پتھر کی چٹان تیرتی رہتی ہے اور دلتی کا پانی چڑھ کر اوپر چھت کی خاص نسبت سے ٹک پھٹتا ہے۔ اب بتاؤ کوئی اس کو بچے بھی تو کیسے سمجھے۔ یہ اُسی باتیں ہیں یا نہیں۔ جب لوگ حیرت میں آکر پوچھنے لگے کہ اس صدا کیسے مطلب کیا ہے تو آپ ہنسے فرمانے لگے خشک لہو تو انسان کو خالی دماغ ہے جو جھوٹا گرنے خیالات کے بل سے بھر کر ڈوب جاتا ہے دروڑی پتھر سمجھ دار کبھی آدمی میں جو پر مارتھ کے لطیف خیالات کے تدبیر کرنے سے لطیف ہو گئے ہیں اور اس سمندر میں تیرتے ہیں اور اس کی لہریں انہیں غرقاب نہیں کر سکتیں۔ ادنیٰ انسانی جسم کی سفلی اور نیچے کے حصہ کی قدرتی ہے جو سرت شبد اجیاس کرنے سے اور انسان کے دماغ کی طرف چڑھ جاتی ہے جو صحیح جہانی عمارت کی پختہ ہے۔ بات یہی کہتی ہے اور اس تشریح کے سلسلہ میں جب آدمی سنساری اور گیانی مشیوں کا سوا بھاؤ پڑھا پوچھتا ہے اور سرت شبد لوگ کی ترکیب پر سوال کرنے لگتے ہیں تو پھر یہ پڑھا کر رہنے لگ جاتے ہیں اور انہیں اپنا مستحق بنا لیتے ہیں۔

اس قسم کی کئی الٹی سُستی باتیں کیر صاحب کی بانی میں پھری پڑی ہیں جن کو کیر صاحب کی باتوں کے مطابق کا شوق ہے وہ کیر بیگ اور کیر گورہ شبد دیکھ کر منگو کر پڑھیں۔ ایک موقع کا ذکر ہے۔ بہت سے آدمی جمع تھے۔ وہ مختلف قسم کی باتیں کر رہے تھے انہوں نے کڑک کر آواز دی۔

چلتی کو گاڑی کہو بنے دودھ کو کھ  
گاڑی کو ادکھڑی کہو چلتے کو گاڑا

عجیب و غریب بات تھی۔ سنے۔ نے سن کر دنگ آگئے۔ پوچھا یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیر صاحب ہنسے۔ بات تو ہم سچی سچی کہتے ہیں۔ جو چلتی ہے وہی تو گاڑی در زمین میں دھنستی جاتی ہے۔ اسی پر سے چلتے ہوئے چھوڑے کو گاڑی کہا جاتا ہے۔ تم بھی اگر پرانے کی راہ چلتے رہو تو پھر اسی ہستی کی عمارت زمین میں گڑی رہے گی۔ در بن دہمیشہ مضبوط ہوگی لیکن اگر تم سنسار میں آکر مینے کی گڑ گڑ گئے تو پھر دھنستی کی طرح تم کو بھی اکھڑی کہا جائے گا کیونکہ تمہاری بنیاد مضبوط نہیں ہے۔ دھنستی یا اکھڑی وہ ہے جس میں لوگ مسلسل ہاتھ پاؤں لے کر دھان کوٹتے ہیں اور جو دنیا میں بناؤ ہو عزت اور آبرو آدمی نظر آئے اسے کھویا ہو۔ یعنی ضائع شدہ سمجھو۔ وہ کہیں کا نہیں رہا۔ یہی سبب ہے کہ دنیا میں چلتی کو گاڑی، گاڑی کو ادکھڑی اور بنے ہوئے دودھ کو کھووا دکھویا کہتے ہیں۔ ان سلسلوں کے اندر بارگیا چھپی ہوئی ہیں اور پھر مزے دار سوال کئے جاتے ہیں وہ حسب عادت پھر پرانے دلتی نقیض فرمانے لگتے ہیں۔ اس قسم کے بچن کا نام کیر صاحب کی نوٹنسی ہے۔ نوٹن کے طور پر ہی ایک مثال کافی ہے۔

کیر صاحب کے گورہ شبدوں کی تعداد ان گنت ہے مگر فوس تو یہ ہے کہ یہ صرف لوگوں کی زبان پر ہیں۔ ان کو ایک بڑے کتاب کی صورت میں کسی نے بھی اکٹھا نہیں کیا۔ ہم سے بے شک جو بچہ ہو سکا ہم نے اُن کو کسبیر بیگم وغیرہ کے صفحات میں جگہ دے دی ہے اور کیا عجیب کیر جوگ سے سلسلہ میں بھی ایسے شیدائے شریع کے آجائیں۔ کیر صاحب کی عمر بہت کم تھی جب گورہ شبد کا چارہ بنا رس میں آیا۔ وہ بچہ دل کو مچھو دکھالے کا چیلنج دیا کرتا تھا۔ رام اندھی سے بھی وہ برسرِ مقابلہ آیا۔ روایتیں کہتی ہیں کہ رام اندھی نے کیر صاحب کو مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔ کیر صاحب نے اُسے اپنے مچھو دکھا کر شرمندہ کر دیا۔ ہم ان حیرات کو گو صبح سمجھتے ہوں مگر چونکہ پڑھے لکھے ہوئے آدمی انہیں گپ سمجھتے ہیں اس لئے یہاں دخل کرنے سے جان بوجھ کر گزر گئے ہیں۔ گورہ اُن کی چادکی اور قدرتی خداداد تسکین کو دیکھ کر سخت حیران رہ گیا۔ پوچھنے لگا۔ تم ابھی بہت کم سن ہو۔ تمہاری کیا عمر ہوگی؟ آپ نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔

شکراتے رہے۔ بعد کو اُنھوں نے فرمایا۔ جب گنگا کا پانی ہمارے کندل کو نہیں پاک کر سکتا تو وہ پاپ کو کیسے دھوئے گا۔ کوئی کیسے اعتبار کرے گا۔ ہاں! ہم تو پرتیش بات دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس میں بُرائی کی کوئی بات ہے۔ جو تم نے کہا ہے وہی ہم نے آزمایا۔ تمہاری بات جھوٹ ہوئی۔ اُس وقت کیر صاحب نے یہ سنا کہی کہی۔

- (۱) پاہن کیری پوتی کر پو جے کر سار  
یاہن بھروسے سے مت رہو پوڑو کالی دھار  
(۲) پاہن کو کیا پو جے جو جنم نہ دے جواب  
اندھا ز آسا مکھی یوں ہی ہوئے خراب  
(۳) پاہن پانی نہ پو جے سیوا جانی کر بار  
سیوا کیجے سادہ کی ست نام کر یاد  
(۴) کیر دنیا دیر ہے سیس روادون جائے  
پردے ماہن گورو بسیں تباہی بسوں ٹولائے  
(۵) پاہن پو جے ہری ملیں تو میں پو جوں پہسار  
تارے تو چچی بھلی بیس کھائے سنسار  
(۶) من متھرا دل دوار کا کیا کاشی جسان  
دسوں دوار کا دیرا تباہی جوت بچھان

بات بات میں موتی پو جا کا بھی کندل گردیا جو اُس موقع پر اصل چٹا دنی تھی۔ یہ مدت جواب بورا اور جتنے آدمی کتھا سننے کے لئے بیٹھے تھے سب اُن کا منہ دیکھنے لگے۔ آخر ان میں سے دو ایک آدمی کے ذل میں سوال کرنے کی خواہش پیدا ہوئی بانی کہنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان کی طرف رجوع ہوں۔ اُنھوں نے پوچھا۔ آپ مندر اور موت کی بندیا کر رہے ہیں۔ اگر یہ پو جا کا طریق غلط ہے تو پھر صبح کیا ہوگا؟ سنا ان سے لوگ اسی طرح پو جتے چلے آ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا پو جا کا اصل مندر انسان کا دل ہے۔ اسی میں دیوی دیوتا بستے ہیں۔ اسی کے اندر کال موتی کی جوتی جھلک رہی ہے۔ اگر تم سچی پو جا کرنا چاہتے ہو تو اس مندر

- (۱) جو پو جے سو بادلا کی عمر ہماری  
ہم تو سدا معصوم ہیں کیلیں دن چاری  
(۲) کوئی پشٹو ہوئے اور کوٹ کٹھانی  
انت کوئی شنبو بھٹے میری ایک بٹانی  
(۳) کوئی نو بڑھا ہوئے نوحہ جار یاری  
دیوتن کی گنتی نہیں کیا نہریشی بچاری  
(۴) نہیں بوڑھا نہیں بالکا نہیں جگت بھکاری  
کہیں کیر سن گور کھا یہ عسر ہماری

## مذاق میں چٹانا

مذاقیہ پیرایہ میں چٹانا آپ کی ایک معمولی سی حرکت تھی۔ جتنے سے بہ  
ایک دن آپ کا گھر گنگا کی کنارے ہوا۔ بہت سے آدمی سنان دھیان کر کے  
ایک منٹ کی کتھا سن رہے تھے۔ ذکر یہ تھا کہ گنگا کا پانی بہت پوثر ہے۔ جو اُس کا من  
کرت ہے اُس کے پاپ دور ہو جاتے ہیں۔ جو نہاتے ہیں وہ دیکھتے چلے جاتے ہیں۔ گنگا  
جیز کو پاک کر دیتی ہے۔ کیر صاحب کتھا سننے لگے۔ غور و دیر کے بعد بولے۔ ہمارا ج با آپ  
کی بات نہ بانی ہی جمع خنیت با کمر اصلیت بھی رکھتی ہے؟ پینڈت نے بڑے غور سے کہا  
ہاں۔ اصلیت رکھتی ہے۔ کیر صاحب بولے۔ امتحان کر لیا جائے؟ اس نے کہا۔ کیوں نہیں۔  
غریب پینڈت کو کیا خبر تھی کہ امتحان کس طرح کیا جائے۔ وہ جانتا تھا۔ باد پو اور شاستر  
انقد سے کام لیا جائے گا۔

کیر صاحب چپکے سے اٹھے۔ اپنے کاٹھ کے کندل میں گنگا جل بھر لائے۔ بولے۔ دیکھو  
جو اسے کہ کندل ہے۔ اس میں گنگا جل بھرا ہے۔ اگر گنگا کے پوثر جل نے سچا سچ اس کو پوثر  
کر دیا اور اس میں پوثر کرنے کی شکتی ہے تو تم اس جل کو پی لو۔ پس اتنا ہی امتحان ہے۔  
جو اس کا نام لینا تھا کہ پینڈت جڑ کھڑا ہوا۔ کندل کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ کیر صاحب



سند کرتی، نہ سے، نہ مجھ سے دریافت کرو میں تم کو بتا دوں مجھ کو کئی آدمیوں کو یہ باتیں  
اجتی نہیں لگتیں، مگر ان کے درمیان ایسے ادھکاری بھی تھے جو حقیقت کے متلاشی تھے وہ  
دوسرے نہ سمجھتے، نہ سمجھ سکتے تھے اور ان کی تاگردی اختیار کر لی۔

جہاں تک فیاس کیا جائے، جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے، کبیر صاحب کی تمام بانی جو بیکار  
ہیں، ان میں سے کسی نہ کسی شخصیت کو خطاب کی گئی ہے اگر کسی نے ان کے حالات اور واقعات  
فہم نہ لئے ہوتے تو وہ کبیر صاحب کی زندگی اور وسیع پیمانہ میں ان کی سوانح عمری کی وضاحت کر دیتے  
مگر اس وقت کے مونس ان کو ادھر توجہ کرتا، تاہم ان کے مطالعہ سے یہ بخوبی ذہن نشین  
ہو جاتا ہے۔ کبیر صاحب کے سب قصہ طلب، روایت طلب اور علمی میں مہلکی اور پریم پتہ پاتا  
اور مہلکی نے کلام دھرم داس جی کو سنا لے گئے تھے۔ ذات پانت اور قومیت وغیرہ  
سے سند نہ جھوٹا براہمن سے مخصوص ہیں اور جو گیان دھیان کے پکن ہیں وہ یا تو سواہیت  
اور سواہیت سے متعلق ہیں یا اور پنڈتوں سے مخصوص ہیں جو شاستر ارتھ کے دلدادہ تھے  
معمولی سا ہی درجہ کمالی اور کمال کو کہے گئے ہیں، علیٰ ہذا تعیاس۔ ہم نے گورکھ اور موہن  
کے تذکرہ کی کتابیں دے دی ہیں باقی اور بگ موقع موقع پر سنائیں گے۔

## رامانند جی

دھرم داس جی کی بات کو جاننا ہے کہ وہ اگلے جنم کے رامانند جی ویشنوی ہیں۔ مگر یہ بات  
لکھنؤ میں پیر ہے جس پر نہ وہ زور دیا جائے۔ صرف عقیدت مند گروہ ہی ایسے پر  
راج الاتقادی سے یقین کر سکتے ہیں۔ خود آواگون کا مسئلہ اس قدر سنجیدہ، اہم اور عجیب  
ہے جو بحث طلب نہیں ہو جاتا ہے۔

## دھرم داس جی

جس وقت کبیر صاحب سے اور سر باجیت سے کاشی پوری میں مباحثہ ہوا تھا۔  
دھرم داس جی باس میں آئے ہوئے تھے۔ یہ باز موگڈھ کے قریب کے رہنے والے۔

دولت مند بننے لگے اور تیرہ کرے آئے ہوئے تھے۔ چونکہ مسلمانوں کی ملکہ دی گئی  
مذہبی مباحثات کا موقع کمر ہلتا تھا، تاہم سر باجیت کی ہمت نے اس کو اہتمام کر ہی دیا  
اس پنڈت کو ہمدانی کا غرور تھا اور اسی وجہ سے اپنے آپ کو سر باجیت کہا کرتا تھا۔  
سوامی شنکر اچاریہ جی کی طرح اسے بھی دگت دے کر دے دے کے غلٹ کر دیتے کہ  
خیال تھا۔ آدمی باخبر تھا۔ پنڈت، اور داپک گیا فی تھا۔ اس کی ماں نے کہا "بیٹے! یہ  
جب تک تو کبیر کو فتح نہ کر لے گا تب تک میں تجھ کو سر باجیت نہ کہوں گی۔ دنیا جی ہے کہ  
کرے۔ بنا اس آج کل کی طرح اس وقت بھی دیا کا کھر مشہور تھا۔ بچتے اچھے پڑھتے  
یہاں ہی رہتے تھے۔ یہ ہندوؤں کا مذہبی عقائد تھا۔ خبر میں کے سر۔ یہ ہندوئے کسی  
شہرت کب نصیب ہونے والی تھی اور پنڈت تو کبیر صاحب سے کبیر صاحب سے ہی ہوتے  
لگے تھے کیونکہ وہ اپنی ہمدانی اور سنسکرت دانہ کے زعم میں کبیر صاحب جیسے پڑھتے  
سے کب شاستر ارتھ کرنے لگے تھے مگر مانک کی سوج اسر باجیت کی فوج ادھر جس  
وہ شاستر ارتھ کا خواہشمند ہوا۔ رامانند جی کے سنت سنگ میں آیا کبیر صاحب سے چچا  
تیرے شاستر ارتھ کرنے کا مقصد کیا ہے؟ اس نے کہا میں تم کو بہرہ پہنچا رہا ہوں۔  
یہ بولے۔ یہ بہت سہل سی بات ہے۔ میں پڑھا لکھا ہوا آدمی نہیں ہوں، میں تو جتنے  
میں لکھ لے کبیر صاحب سے اور سر باجیت کی فتح ہوئی اور جہاں جیسے مشہور کر دے۔ مجھے  
ذرا بھی اعتراض نہ ہو گا۔ اس نادان نے ایسا ہی کیا۔ مگر اس کی عقل پر کچھ ہمارے بڑے بڑے  
وہ کچھ کا کچھ لکھ لے گیا اور جب اپنی ماں کو وہ جتنے پڑھایا اس میں لکھا ہوا تھا کہ کبیر صاحب  
جیتے اور سر باجیت ہار گیا۔ وہ چہرہ اپس آیا۔ مگر اس مرتبہ بھی کہنے میں اس سے غلطی ہوئی  
اور شرمندہ ہو کر وہ ان کے چروں میں آکر گرا اور مستقدان وضع میں مذہبی مباحثہ ہوا ہنگام  
ہوا۔ اس مرتبہ کبیر صاحب نے انکار نہیں کیا۔ کئی روز تک۔ ویدانت کے مسائل پر گفتگو  
ہوتی رہی جس کا ثبوت اور پردے دیا گیا ہے۔ آخر وہ لاجواب ہو کر ان کا چہرہ بن گیا اور  
شاستر ارتھ کبیر صاحب کی شہرت کا ذریعہ ثابت ہوا۔ دھرم داس اس مباحثہ میں موجود  
تھے انھوں نے نتیجہ ہو کر کبیر صاحب کی شاگردی کی خواہش کی مگر انھوں نے فرمایا انتظار کرو

ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ وہ چھ گئے۔ دوسری مرتبہ وہ متھرجی تیرتھ کا رستہ گئے ہوئے تھے  
 ویشنواں کا دستور ہے۔ یہ وہاں بیٹھ کر تھاکر تھک کر جھوٹے کرتے ہیں۔ نہ کڑی تک کو  
 دھو کر تب جو لھے میں لٹکتے ہیں۔ اتفاق کی بات سی کڑی میں جیو میوں نے اندر سے بچے  
 دیے تھے۔ آگ کی گرمی سے کچھ نوم گئیں۔ در کچھ تیرتی ہوئی باہر نکل آئیں۔ یہ سمجھیں ہو  
 جو کے سے باہر نکل آئے۔ وہاں کیر صاحب کو موجود یہ صورت سے مضرب اور پریشان  
 کا نظارہ ہوا تھا۔ کیر صاحب نے پوچھا۔ تم اس قدر شانت کیوں ہو؟ انھوں نے جواب  
 دیا۔ بڑا باپ ہو۔ بیٹی بیویاں مر گئیں۔ یہ زور سے قہقہہ مار کر رہتے۔ پھر بات کیا ہوئی  
 جیسا دیوتا دیکھے ہی اس کی یا سنا کرنے والے باکرشن جیوان نے ہا بھارت میں گردوں  
 آدمیوں کے سرموں اور گاجر کی طرح کٹو دئے تھے۔ شری رام جید جی نے انکا کے تمام  
 براہمن راکتسوں کو ہاک کیا تھا۔ دشمنوں کے تمام اوتاروں نے سیاہی لو کیا ہے  
 یہ سب تمہارے رشتہ میں درمیان کو بیٹے ہو۔ پھر اگر تم نے سو دو سو بیویوں کو دیا  
 تو نقصان کیا ہو۔ تم کو تو اپنے رشتہ پر قیام رہنا چاہئے۔ سو س کیوں رستے ہو؟  
 دھرم داس جی کی آنکھ کھل گئی۔ قدموں میں گر سے کیر صاحب نے اسی وقت یہ  
 ساکھی سنائی۔

جیو بن جیو سے نہیں۔ جیو سے جیو ہار

کچے کیر اسار مت۔ سستو کرو۔ دھار

یعنی اس زمانہ میں جیو ہی جیو کی مراد ہے۔ بڑے جیو ہی چھوٹے جیو کو کھا جاتا ہے  
 اور چھوٹے جیو اپنے سے چھوٹے جیو پر کد رت رستے ہیں۔ جگست میں ہر جگہ اب ہی  
 دیکھا جاتا ہے۔ یہ سوچنے اور سمجھنے کا مضمون ہے۔

دھرم داس نے پھر جید بننے کی درخواست کی۔ انھوں نے پھر یہ کہ کر ٹال دیا  
 کہ ابھی وقت نہیں آیا ہے اور وہاں سے چل دئے۔ تیسری دفعہ جب دھرم داس  
 باز جو گڈھ میں بے چین تھے کیر صاحب وہاں آئیں۔ یہ پانوں پر گر کر پھر التھانے  
 لگے۔ سب نے فرمایا۔ تم کو دولت کا مندھن ہے۔ تمام دولت غیر براہمن اور کنگوں

میں تقسیم کر دو تب میں اپنی شاگردی میں لوں گا۔ دھرم داس جی کے پاس کہا جاتا ہے کہ  
 اٹھارہ لاکھ روپیہ نقد تھا۔ باقی مال سب کو خیرات کر دیا۔ کیر صاحب نے پھر نہیں اپنی شاگردی  
 میں لیا اور شاگردوں میں انھیں اپنا گورو رکھ بنایا۔ دھرم داس جی کی بیوی من دیوی نے  
 جب یہ حال دیکھا خوف میں آکر چروں میں گری۔ سوئی۔ جب آپ نے میرا شوہر مجھ سے  
 چھین لیا تو میں اب کس کی ہو کر رہوں۔ مجھے بھی اپنے چروں کی شہنہ دیکھے۔ انھوں نے  
 اس کے سامنے بھی وہی شرط پیش کی۔ اس نے پنا زبور لباس برتن بھانڈے سب  
 غریبوں کو دے دیئے۔ صرف ایک کالی کٹی اور تھرتھائی کیر صاحب کی منظور نظر گئی  
 ان کے بعد ان کا لاکر نائن داس جی جو ابھی کمسن تھا حاضر ہوا۔ انا انھوں کے ناقد میری  
 بیکی پر رحم کیجئے۔ اگر ماں باپ نہیں رہے تو اب آپ ہی مجھے اپنی فرزندگی کا حق بکتے  
 ہیں اب کہاں جاؤں۔ اور جب وقت ہو اٹھائے گا۔ ان کے پانوں سے چٹ بیا کیر صاحب نے  
 اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ اپنا فرزند بنایا۔ ورنہ سب کی بھلتی۔ بے خوش  
 ہو گئے کہ انھیں بیا بیس پشت تک نہ بھی رنج کرنے کا علم نہ آیا۔ اور تینوں کو ریت ست شرم  
 میں رہنے کی اجازت بکتی۔ یہ مذہبی دنیا میں اپنے قسم کا پہلا قدم ہے اور یہ کیر صاحب نے  
 خود مثال قیام کی ہے جس سے سادہ طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ گڑھستی جی۔ انھوں نے بھی  
 آچار یہ کے فرایض انجام دیں گے۔ اور اس وقت سے سلسلہ چل پڑا جس کی تکمیل حضور  
 معنی مقدس نے اپنی خانہ داری کی زندگی کی مثال میں بنایت ہی خوبصورتی سے دکھائی ہے  
 اس وقت جو بانی زمین کی شکل میں دھرم داس جی کو کھپ گئی ہے اس کو بیجک میں  
 اس طرح محفوظ کیا گیا ہے۔

میں سیت مانو ہماری سیوا

گم ڈرگم گڈھ دیووں چھوڑائی

آپتی پر لے دیو۔ دکھائی

انکو بارنہ جنہیں پانکو

یکساںی بال ستا لکھا

تھر کہاں راج دیووں ہو دیوا

اور دیات سنو کچھو آئی

کر ہو راج سکھ بلسو جانی

بہری جنم نہیں ہوئی ہے تاکو

پھر

جاسے پاپ دیہوں سکھ دھنا نشیچہ پنجن کبیر کو مانا  
سادہ سنت تہی جنا جن مانا پنجن ہمار  
ساھی آوی اہیت اپتی پر پاپے سب دیکھا دیشی پاپا  
ترجمہ دیشی۔ وہاں سے میری خدمت میں تھک کر جہانگیر کو پہل در شکل  
نوں دابقہ سے خیر دواں در بھی۔ تانوں گا سپید نش اور موت کے زمانہ سے  
دکھاؤں گا اور رواج کو سکھ جو گئے گا۔ ایک دل بھی تر با نکا۔ ہونگا اور ہم مر  
کے چہرے میں راز کے (۵) پاپ چلا جائے گا بشک کہ تہ سے گئے کبیر (صاحب)  
نہ پن کوسپا سمجھو۔ سب کلمہ (۶) سادہ سنت وہی یوگ ہیں جو بار سے پن کو لاتے  
ہیں۔ ہم نے نکا کو چلا رہا ہے۔ نہا۔ ہم مر۔ اپنی اور نے سب کا شادی کیا ہے  
کبیر منتھے کچھ چہرے اس وقت سے کرانج تک دھرم میں ہی کے لڑکے چلتے  
ہیں۔ مگر نتیجہ کا جیہ گیت ہو گیا کہ کسی کو تہر نہیں رہا اور گرجنور سنی نہ پڑت ہو تے تو  
وہ اب تک ویسا ہی پویشیدہ رہتا۔

## بگھیل بنس

کبیر صاحب نے سیٹ پیسے گھرانے دیں کے ایک نولکی راجہ کو چتایا تھا۔ اس کی  
دوا نہیں تھی۔ راجہ رانی دونوں بڑے دکھی تھے۔ کبیر صاحب کا وہاں ٹھہر ہوا۔ چونکہ وہ  
بالکل مشہور ہو چکے تھے، دونوں کی سیوا میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا اب  
نولکیوں کا راج دیتا ہے اٹھ گیا لیکن کبیر صاحب کی اولاد ہو گی۔ اور چونکہ اس میں نہ  
مردی کے اوصاف ہوں گے۔ صورت در شکل بھی تیر ہی جیسی ہو گی اور نولکی نسل اسی نام  
سے چلی گی یہ کہہ کر وہ فوراً متا رام تھے رم گئے۔ تو نہینے کے بعد رانی کے پیٹ سے ایک  
لڑکا پیدا ہوا۔ کبیر صاحب کے فرمانے کے موجب سچ سچ وہ تیر ہی جیسا صورت شکل و اچھا  
عل پاپ دونوں ڈر گئے خوف اور شرم کی وجہ سے اُسے جنگل میں چھوڑ دیا تاکہ نہ نورانی

بیکس غریب بچہ رو رہا تھا۔ آپ ادھر سے گزر رہے تھے۔ بڑکے کے رونے کی آواز سنی اسے  
دیکھی سمجھ گئے اور لڑا لیدہ بچہ کو گود میں لیے ہوئے روج کے فل میں آئے اُسے اُت لعت  
لامت کی۔ سمجھایا کہ اگر اس لڑکے کو خراج کر دو گے تو سونے کی حکمران نس کا دنیا سے خاتم ہو گا  
اور پھر کوئی تمھارا نام بھی نہ لے گا۔ وہ ڈرے۔ معذرت کرنے لگے۔ کبیر صاحب نے اس کے  
کانام دیہ گھر دیو لکھا اور اسی سے دگھیل بنس یعنی بگھیلوں کی اور ادا کا سلسلہ قائم ہوا جو دلیر  
اور جری راجپوت ہوتے ہیں۔ اب اس طرح کے سونے کی بگھیل ہی کہلاتے ہیں۔ یہ دیہ گھر دیو  
اس قدر جوانمرد اور شیر دل تھا کہ میدان جنگ میں تن تنہا جدھر تل پڑتا تھا پڑے کے پرے  
صاف کر دیتا تھا۔ اس نے اپنی قوت بازو سے کئی ملک فتح کئے۔ ایک نگر ز مورخ لکھتا  
ہے کہ اگر یہ یورپ میں پیدا ہوتا تو دوسرا میزور دقیر کہلاتا مگر کبیر صاحب کو یہ منظور نہیں تھا  
وہ گجرات میں رہے اس نسل کو انھوں نے چھتیس گڈھ کے قریب لکر آباد کیا۔ وہاں دشمن  
ساج کا تہیر کر دہ سو زمین دوز ہو گیا تھا کسی کو شان و گمان بھی نہیں تھا کہ یہاں قلعہ ہو گا۔  
کبیر صاحب نے اسے از سر نو تھوڑا بہت مت کرنی دیکھیں کو یہ قلعہ دے کر فرمایا کہ یہاں  
تمھاری راجدھانی ہوں۔ یہ قلعہ بہت مضبوط ہے۔ چاروں طرف دھاراں اور جنگلوں سے گھرا  
ہوا ہے۔ اس کے اندر اب تک کبیر صاحب کی نورتی ہے جس کی پوجا بندہ کر کے تہ سے  
۔ جے سنگھ اس پر چیتھے ہیں اور کبیر صاحب کو اپنا پشت سنت سمجھتے ہیں۔ پہلے یہ کہنا  
کبیر ختی تھا۔ ہمارا بد شونا تھا سنگھ تک سب کبیر ختی تھے لیکن کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ ان کے  
درمیان راجہ سمجہد میں شامل ہو کر کبیر صاحب کے نام کو بٹ لگایا۔ وہ مسند ضرورت سے  
جیسا کہ ان کی کتاب بگھیل بنس کی نو رنج سے ظاہر ہے مگر کبیر ختی نہیں رہے۔ راجا بن گئے  
آخری ہمارا راجہ ونکٹ۔ من راجہ پر شاد سنگھ جی کو مدت سے خیال تھا کہ پھر شاہی نسل میں  
کبیر ختی کا راج دیا جائے لیکن کسی وجہ سے وہ ایسا نہیں کر سکے ممکن ہے کہ اب اس کے لڑکے  
جو بگھیل کھنڈ کے راجہ ہیں ادھر توجہ کریں لیکن کہو کہا نہیں جاسکتا۔ کاش اگر اب بھی وہ خیال  
کریں تو اصل معنی میں کبیر صاحب کی مہربانیوں کے احسان کی روح کو پھر دوبارہ زندگی عطا  
کریں گے۔ مرحوم راجہ پر شاد سنگھ نے اتنا کیا تھا کہ ہنوز کے رسوخ کو پامال کر دیا تھا

گر اس سے آگے قدم بڑھانے کی انھیں ہمت نہیں ہوئی۔

دیا گھر دیکر کیر صاحب کا بڑا متفقہ تھا۔ اُسے بھی بیالیس ہی پشت تک راج کرنے کا حکم ملا ہے۔ اس کی بجلی کو دیکھ کر وہ بہت خوش تھے اور اُسے کشتری دھرم پالین کرنے کے متعلق جو خط لکھا تھا۔ بجلی میں اس صورت میں موجود ہے۔

کشتری کرے کشتری دھرم  
جن ابھو گورو گین لکھایا  
کشتری سو کٹھن سوں جو جھے  
جیو ہی ماری جیو پرتی پالے  
سارے کرے نشے گھلاؤ  
کشتری کرے کشتری دھرم  
جن ابھو گورو گین لکھایا  
کشتری سو کٹھن سوں جو جھے  
جیو ہی ماری جیو پرتی پالے  
سارے کرے نشے گھلاؤ

ساکھی من مت مرے نہ بیوٹی۔ جیو ہی مرے نہ ہوئے  
شوہنہ سینی رام بن۔ چنے اپن پو کھوئے  
ترجمہ یعنی۔ کشتری وہ ہے جو کشتری کے دھرم کا من کرتا ہے۔ اس کے سوائے  
کشتری نہ ہے۔ ساکھی صاحب کو گورو نے کہا تھا کہ ان کا من اس کو  
بھٹ کر ایک کرے اور جو ایک جیو کو داتا ہے اور وہ دھرم کو پالتا ہے وہ دیکھتے دیکھتے  
یہ بڑا بڑا ہو جاتا ہے۔ داتا دھرم کا گورو دے اس دھرم میں اس کا راج وہاں رہا  
رہے گا۔ ساکھی صاحب نے کہا کہ وہ دھرم نہیں ہے (وہ مرد ہے۔ زندہ  
نہیں ہے۔ اس میں نہ کھانا نہ پانی نہ ہوتا ہے سینی رام کی بجلی کے بغیر وہ  
نہیں ہو سکتا ہے۔

کشتری کا جو جس کا تصور کرتا ہے اُسی میں لین اور مو ہوتا ہے۔ جس کو گورو نے جہاں  
دیکھا ہے وہاں کا علم بچتا ہے اس کا من وہاں ہی رہے گا۔ قاعدہ کی بات ہے  
جو کشتری اپنے کشتری کے دھرم کا پال کر رہے اس متقی سے ادھر ہمیشہ سوائی بننا کرتا ہے جلی  
کشتری وہ ہے جو دروں سے رٹنے کے عوض اپنے اندر لڑائی کرے اور پانچوں اندریوں کو

کر یک کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا اور کسی جیو کو مارتا اور کسی جیو کو پانتھ ہے تو سنو اس کا  
ختم خراب ہو گیا ہے کیونکہ جس کو مارے گا اور جس کو جو دکھ دے گا اس کا من اس کے دکھ کو  
پانتھ ہو گا۔ یہ سب بات ہے۔ کشتری کو من مت نہیں بلکہ گورو مت ہونا چاہیے۔ من مت  
نہ نہیں بلکہ اپنے من کا آپ مارا ہوا ہے۔ اگر یہ کہو کہ جیو ہیں مرنے سو تو بھیج ہے۔ اصل میں  
جو نہیں مرنے گریہاں مرنے سے یہ مراد ہے کہ شوہنہ سینی رام کے نہ جانتے سے وہ اپنی  
صلیت سے غافل ہو کر دھرم کے میں بھٹتا پھرتا ہے۔ کبھی کسی پوتا کو پوجتا ہے کبھی کسی کو  
جی بڑھما کا نشیہ باندھتا ہے اور ان ہی مت کھتا ہوتا ہے کیونکہ صلیت ان سے پرے  
ہے۔ جیو کو اصلیت کی سمجھ گورو مت ہونے سے آتی ہے۔

اس یعنی میں جو پدیش سنایا گیا ہے وہ بھیل جنس کے کشتریوں کے ذہن نشین  
رکھنے کی چیز ہے۔ کیر صاحب کی نہ ہی تعلیم کی تو جنو۔ مہاراج نے پھر دوبارہ رنھا سو گنا  
ت کی شکل میں تجدید کی۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ آیا کوئی راجہ بھی شریک ہو کر اسے تقویت  
یتا ہے یا نہیں۔ بہر حال ہمارا تو کہنا اور یاد دلانا ہی فرض ہے۔ اس سے زیادہ ہم زبان  
بہیں کھول سکتے۔

گدا نے گوشہ نشینی تو حافظ مخروش  
رموز سلطنت خویش خسرواں دانند  
سکندر لودھی

جس وقت کیر صاحب کی عمر زیادہ ہوئی ان کے مت کا پرچار زور و شور کے ساتھ  
ہو گیا۔ سکندر لودھی کا عہد تھا جو بہت بڑا جاہل شخص تھا اور دانشمند نہ تھا۔ اس نے  
نہ صرف مسلمان دھرم کو فریغ دیا بلکہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے وفادار بنانے کی تدبیریں نکالیں  
بھٹا گراں فستحوں کو فارسی پڑھنے کا شوق دلایا۔ سرکاری مناصب دے کر اور جب ہندوؤں  
نے سرکاری عہدہ داروں کی مخالفت کرنے لگے تو اس نے دہلی کے قریب اپنے نام ایک شہر  
سکندر آباد بسایا۔ وہاں ان کو جاگیریں دیں۔ جواب تک ان کی اولاد کے قبضہ میں ہیں سکندر  
سے پہلے کسی بادشاہ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ یہ دونوں طرح سے کام کرتا تھا۔ تالیف قلوب کے

ساتھ اپنے دین کی حمایت کا بھی خیال رکھتا تھا۔

کبیر صاحب کے سینکڑوں حاسد پیدا ہو گئے۔ ہندو الگ، مسلمان الگ۔ دونوں ناراض اور دونوں ہی دشمنی پر تلے ہوئے ابرہمن لگ اُتپات پچایا کرتے تھے۔ قاضی اور ننگ بڑھکیتیں پکڑتے تھے گر کسی لباس میں جلتا تھا۔ سب دل سے چاہتے تھے کہ کبیر صاحب کی آواز بھگت نہ ہو مگر کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ سچائی کے اپنا ٹھکانہ کیا تھا۔ سچ کے سامنے جھوٹ کیسے فروغ مل سکتا ہے

## گرفتاری

آخر جب ہار گئے تو ہندو و مسلمان دونوں دشمنی میں مشعل جلا کر بادشاہ کی خدمت میں ناتنی ہوئے اور تدارک کی خواہش کو بھی لوگوں نے بھلایا۔ وہ بھی سب کے ساتھ فرار ہو کر آئی۔ بادشاہ سے دیکھا کہ دن میں مشعل ملانے غٹ کے غٹ آدمی دربار میں آتے ہوئے ہیں۔ پوچھا کیا معاملہ ہے۔ کیوں رن میں سورج کے ہوتے ہوئے مشعل بنلا رہا ہے۔ فریادیوں نے کہا: "بھول چاہا یا اندھیر ہے۔ ایک جولاہا دین اسلام سے خوف نہ کر سکتا۔" کی طرح پیشانی پر تلک لگا لٹکے اور رات دن رام رام کی صدا سے بنارس کی گلیوں کو گونج رہا تھا۔ آپ یہ اندھی ہے۔ ہم لوگوں کو بھی ادھم لگا رہا ہے۔ میرے تعلق نے ہی بادشاہ کو اکسایا۔ سب تو بادشاہ میں جیسے ہوا اور سکھ دبا کر گرفتار کر لیا۔ سپاہی دوڑے کھڑے کھاتس کی۔ شخړت م کے وقت سورج ڈوبنے سے پہلے اُن کو بکڑ کر لے آئے۔ کبیر صاحب کو چپ چاپ دربار میں کھڑے ہو گئے۔ "مجرانہ سلام۔ نہ داب نہ نیار۔"

قاضی پاس بیٹھا مٹھا مٹھا تھا۔ اس نے آنکھ پھول چڑھا کر کہا: "اوکا فر بادشاہ کو سلام کیوں نہیں کرتا؟" کبیر صاحب نے جواب دیا۔

کبیر تے زپریر میں جو جائیں پر پیر

جو پر پیر نہ جان ہیں تے کا فر بے پیر

اے قاضی! میں نے سلام کرنا نہیں سیکھا اور نہ مجھ کو سلام کرنا تھا ہے۔ بادشاہ نے

دھیان: تم اتنی دیر بعد کیوں آئے؟ مجھے کوٹھنوں میں رہنا تھا۔ رات بڑی کیر صاحب نے ہاتھ ایک تماشہ دیکھتا رہا۔

بادشاہ نے پوچھا: "کیا تماشہ دیکھتا رہا؟"

یہ بولے: "میں نے دیکھا کہ کبیر مست سوئی کے کاسے کے ایک بائیک ہے۔ اس سے کئی ہزار اونٹ اور دھن گزر رہے ہیں۔"

بادشاہ نے کہا: "کیسی جھوٹی بات کہتے ہو۔ کبیر صاحب نے کہا: "مکان ہے اور کئی دکان ہے۔"

کبیر بھوٹ نہ بولٹی جب لگ پار بھا ہے

نا جانوں کیا ہوئے کا پل کے چوتھے بھا ہے

بوند سمانی سندر میں بانٹ۔ یہ سب کوٹ

سندر سمان بوند میں بوجھے برلا کوٹ

دپر کی دونوں گلیں بیت کی کینہ۔ ہر چ

کبیر جا کی چروں گلیں تیر سو پ کپ بھا ہے

بادشاہ نے کہا: "اس میں کام نہیں۔ تمہاری باتوں میں سرور سچائی کا ظہار بوند ہے۔ اس کو ذرا صاف صاف کہو تاکہ اس کو لوگ بھی سمجھ سکیں۔" کبیر صاحب بولے: "اے سکندر، دیکھو۔ آسمان اور زمین چاند اور سورج کے درمیان اتنی دوری ہے۔ اس وسعت میں بے شمار اونٹ، ہاتھی اور آدمی چل پھر رہے ہیں۔ وہ سب تیریں سنگھ کی پٹیل کے درت لڑتے ہیں اور اس میں سمجھاتے ہیں۔ کیا سنگھ کی پٹیل سوئی کے کاسے کے ایک ہیں ہے۔ اسی طرح پانی کے ایک بوند میں سندھ ہر اہ ہے اور بیت کے ایک درت میں لکھوں اور کروڑوں سورج، چاند اور ستارے جھک رہے ہیں۔ عہد دیجئے سرانی سنگھوں کا قصور ہے۔ میں اس تماشے کو روکنا ناخوش دیکھتا ہوں۔ آج بھی دیکھتا رہا۔ اس وجہ سے



تیرے پاس آنے میں دیر ہوئی۔

بادشاہ کی گردن جھک گئی۔ کہنے لگا "سچ کہتے ہو۔ جاؤ جو کچھ ہوگا پھر دیکھا جائے گا۔" لوگوں نے شیخ تقی سے کہا "بادشاہ بے ہماری داد فریاد نہیں سنی۔" شیخ تقی نے بادشاہ سے کہہ "یہ شخص اسلام کی شریعت کے برخلاف تعظیم دیتا ہے اور ہندو بھی ناراض ہیں۔ اگر اس کو نہ نہ دی گئی تو پھر ملک میں فساد برپا ہوگا۔ برہمن جو وہاں حاضر تھے بولے "سرکار یہ شخص ادھر ہے۔ بے شرم و رزہنگی ہے۔ طوائف اور رید اس چار کو ساتھ لے کر بے حیائی سے بازار میں گھومتا پھرنا ہے اور لوگوں کو دھرم سے بے حریم بناتا ہے۔ اگر اس کو یوں ہی چھوڑا گیا تو پھر خلق خدا گمراہ اور بے دین ہو جائے گی۔"

مجبور ہو کر بادشاہ نے پیر کبیر صاحب کو طلب کیا۔ وہ آئے۔ پوچھا "آپ کی نسبت لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟" وہ بولے "جو میا ہے وہ ویسا کہہ ہے۔ عیب بین کو عیب نظر آتا ہے۔ ہنرمین کو ہنر دکھائی دیتا ہے۔ شے ایک ہے اس کو احوال کی آنکھ دو دیکھتی ہے۔ اس میں کس کا قصور ہے۔ ہم جیسے ہیں ویسے ہیں۔"

بادشاہ نے پوچھا آپ کیسے ہیں؟ با عزت یا بے عزت؟

کبیر صاحب نے جواب دیا "ہم عزت اور بے عزتی دونوں سے پرے ہیں۔ جس میں عزت کا خیال ہے وہ ہم کو با عزت سمجھتا ہے۔ جو بے عزت ہے وہ بے عزت سمجھتا ہے۔"

## شبہ

جب ہم ایک ایک کر جاں تب نوہین کا ہے دکھ مانا  
ہم ہیں اپیت اپنی بہت کھوئی ہم سے کھوج پر دمت کوئی  
ہم مندے مندے من مانہ ساگ پات کا ہو سے ناہ  
پیت اپیت تا کی نہیں لاج تب جانو جب اکھے آج  
کھیں کبیر ہر پیت پردان سرب تیاگ جو کیوں نام

اب لگ تو ابھی ابھی ایک سوچ من نہ  
ساکھی جب جیو جہم کے بس پر سے نمب پرت رست کرنا نہ  
قاضی نے کہا "ختم ہوں یہاں نہیں جوتا ہے"

کبیر صاحب نے جواب دیا "کہاں کے ہندو کہیں مسلمان تہہ دوہوں کو ایکو جان۔  
گھٹ گھٹ اور گھٹ ساسیاں۔ خیالی گھٹ نہیں گوسے  
ہماری تہ گھٹ گھٹ گھٹ۔ جالٹا پڑ گھٹ ہوئے  
قانعی بولتا "تم ہے آپ کو کہہ کہتے ہو۔ یہ ناگھٹا کہ ہے"  
کبیر۔ جب تم ایسا سمجھتے ہو تب کیوں کہتے ہو۔ جانتے ہو۔ پوچھی باز نہیں آتے۔  
تم مجھ کو کہہ سمجھتے ہو۔ میں کبیر ہوں۔ اپنے ہی کہتے کرتے ہو دراقی اب لگاتے ہو۔

سکندر بادشاہ۔ چہر تھار۔ انتہی نام کیا ہے؟

کبیر۔ نام رز پت۔ پتہ میں رگ رز پت نہیں نام  
نام رز پت سے نام میں سندن ہیں نام

سکندر۔ یہ تم کہا کہتے ہو؟

کبیر۔ یہ تم کہا کہتے ہو؟

سکندر۔ خوب۔

کبیر۔ سنو۔

## شبہ

میر نام کبیر اسکل جگ ظاہر  
(۱) تین لوک میں نام ہمارا آند ہے ستھانا  
پانی پونپ سو میر سنانا بھید میں رہیو جہا نا  
(۲) آند ہر گگن میں گر جے باجے سو ہنگ تالی  
برہم تیج ہم میں پرکشا ہم ہیں عجب خیالی



تھا اُس کے ساتھ کئی راستوں کے راجے بھی آئے ہوئے تھے جو مختلف جلیوں میں اُترے ہوئے تھے۔ اُن میں سے ایک راجہ ریسنگھ بھی تھا۔ کیر صاحب اب کسی جیسے کو لیے ہوئے اُس کی جوبلی میں بنے تکلفی سے آئے۔ دربانوں نے روک کر پوچھا ہاں جلتے ہوئے یہ بدلے ہم مسافر ہیں۔ اُس سرانے میں ذرا ٹھہر کر دم لیے کہا رادہ۔ گھٹتے ہیں۔ دربانوں نے کہا یہ سرانے نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے۔ یہ ضرور ہے۔ ریسنگھ نے اُن کی بات سنی۔ خود باہر نکل آیا۔ سادھو سمجھ کر سمجھنے لگا۔ اس کو رانے نہ سمجھو۔

کیر صاحب نے پوچھا اجنبات۔ پہلے اس میں کون رہتا تھا۔  
 ریسنگھ بول بولے سے پیسے ایک۔ راجہ جہاں ٹھہرتا تھا۔

تو کیر صاحب نے اس سے پچھنے کون تھا؟

ریسنگھ نے کہا۔ اُس سے پیسے ایک اور راجہ ٹھہرتا تھا۔

کیر صاحب نے پوچھا۔ اس سے پیسے کون تھا؟

ریسنگھ نے کہا۔ یہ ہم کو نہیں معلوم۔ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس جوبلی میں اکثر راجے آتے اور آتے ہیں۔

کیر صاحب نے پوچھا۔ یہ کیر صاحب تو اور کیسا ہے۔ تو خود اپنی باتوں سے اس کو میرے نامت کر رہے ہو۔ کیر صاحب نے سرانے کہا تو کیا بڑا کہا؟  
 کیر صاحب نے مانوس ہو گیا اور کیر صاحب نے کہا۔ اُن کی باتوں پر چہرہ کرنا دیا۔

### پیلے کو پتانا

کیر صاحب اور وہ ماہاں جیلا سونہری درجہ اسی مہن میں بیٹھ گئے۔ پہنے نوکر کہیں چلے گئے تھے۔ دوسرے آئے۔ اُن کی نگاہ پیلے جیسے بڑے کٹی۔ پوچھا۔ تو کون ہے؟  
 وہ بولا میں سادھو ہوں۔ نوکر گڑھے در اُس کو مار باہر نکال دیا۔ پھر کیر صاحب کو پار دہی سوال اُن سے بھی کیا۔ مگر۔ عامو نا۔ ہے۔ کچھ بھی جو۔ نہیں دیا۔ ریسنگھ خود قیمت اُن رادہ آبا اور نوکر کو ڈال جانے سے۔ ہمت نہ ہونے لگا۔

کیر صاحب باہر آئے جیلا بھی وہاں کھڑا ہوا پریشان و مغموم تھا۔ پوچھا کیا ہوئے؟  
 نے جواب دیا۔ مجھ کو دربانوں نے، راجہ کیر صاحب نے پوچھا تم کچھ غرو بنے ہو گئے۔ اُس نے کہا۔ اُن کے پوچھنے پر میں نے یہ کہا تھا کہ سادھو ہیں۔ بس صرف اتنی بات کہی تھی کیر صاحب مسکراتے۔ دیکھو۔ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا جو شت ہیں وہ۔ رادہ نے اُس سادھو بتایا جی راجہ ہے۔ ہومت۔ حلیت کو لگ تھا راجے پر درت۔ پتلا ہوا اُس سے کبھی نقصان نہ ہوگا۔ سانچ کو آج نہیں۔ میں نے سمجھا تھا تم نے نہیں دیا۔ شہر بدلی بات تمہارے سمجھ میں آگئی ہوگی۔

سانچے شراب نہ لاگنی سانچے کمال نہ تھا سے

سانچے کو سانچے سے سانچے سے سانچے سے

ج کی سانچے کسرت سے۔ تیار۔ سانچے سے

آپ پر پتلا کھڑی سانچے سے سیٹی بھل

جو تو سانچا بانیا۔ سانچے سے لگاتے

اندر جھاڑو دید کر۔ کوڑا دور۔ سانچے سے

جب سنو کیر صاحب۔ یہ سنو کو اب رہے۔ نہ دھکا دیتا ہو گیا۔ وردل سے عزت کرنے لگا۔ جب یہ اس سے دربار میں جاسے تو گدی چوڑ کر ہو کر ہوتا اور تعظیم کیا کرتا۔ کیر صاحب نے سوچا کہ اُس کی بھانجی کی ہے سچے نہیں بلکہ بھانجی ہے جو لوگ دکھاوے کی بھگتی کرتے ہیں اُن کا کوئی اعتبار نہیں۔ اُس سے سی رادہ پھل پر رہے اور اُن کا کیا کرایا کام بگڑ جائے گا کیونکہ

مان بڑائی دیکھ کر بھگتی کرے سنار۔ جب دیکھے کچھ ہنیتا، وگن دھڑکنو

### ایک واقعہ

ایک روز پھاگن سدی پور ناشی کے دن کیر صاحب نے ایک واقعہ سے روبرو ہو جگت کو اور دوسرے واقعہ سے گنگا طوایف کو پچھڑے ہوئے۔ رادہ میں بول دیا۔

دُور دُور کی بات جان سکتا ہے اور خیال کی مدد سے دُور دُور پہنچ کر اپنی شکل اور صورت میں وہاں پر گٹ ہو کر عجیب و غریب کام کر سکتا ہے۔

## جگنا تھ جی میں پچا ر

جس وقت سے کیر صاحب نے ٹکے کی آگ بجھائی تھی اُس وقت سے وہاں کے لوگ اُن کے معتقد ہو گئے تھے۔ جگنا تھ جی کے مندر میں اکثر بھجن گاتے ہیں جو کون جانے کیر صاحب ہی کا ہے یا یوں ہی کسی نے گھڑ لیا ہے۔ وہ بھجن اس طرح شروع ہوتا ہے۔

ٹھاکر بھلے برا جے جی

اڑیہ جگنا تھ پوری میں ٹھاکر بھلے برا جے جی

جگنا تھ پوری میں کیر صاحب کا ایک منٹ موجود ہے۔ جو لوگ درستیوں کو ملتے ہیں وہ کوئی بول منٹ پر کیر کی ترائی کو پیتے ہیں جس میں روٹی کے ٹکڑے چاول کی پیچ میں تر کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ غالب سہی زمانہ سے وہاں اس کا رواج ہوا ہو۔ کیر کسوٹی رام کی پر لائے کوئے۔ یہ کسوٹی وہ ٹکے جو مرجیوا ہوئے

## کمال کو زندہ کرنا

کہتے ہیں ایک متبع کیر صاحب اور شیخ تھی لگا کے کن سب بیٹھے ہوئے تھے۔ سنا کی طرف سے ایک مردہ لڑکا با آتما تھا۔ کیر صاحب نے کہا "کس رو سے ہو کر گیا اور کہاں" اور وہ کیسے دس راہ سے نچی وہاں ہے۔ شیخ نے کہا "مجھ کو سہ نہیں۔ آپ ہی فرما ہے یہ بولے نہ نہیں گئے کہیں سے آیا جہاں کا تھا ہے" شیخ نے کہا "گریسا ہے تو ہلکا ہے میری صاحب مگر نے ہمتی ہوئی دس کی طرف خیال کی دھارہ متوہ کیا اور وہ ان کے غم سے جبر ہوئی۔ جب قریب کئی کیر صاحب نے بغور اُس کو دیکھا۔ کان میں شہد کہا ٹکے میں حرکت آئی اُس سے رونے کی آواز پیدا ہوئی۔ لڑکے کو دریا سے نکالا گیا شیخ نے کہا "یہ تو آپ نے کمال کیا۔ یہ بولے۔ یہ خود کمال ہے کمال حاصل کرنے سے

شہر کے گلی کوچوں سے ہو کر نکلے۔ جن لوگوں نے ان کی وسیع دیکھی دنگ رہ گئے۔ ہنسی اٹھا کر نے لگے۔ اسی حیثیت سے وہ پیر سنگھ بندیلے کے پاس پہنچے۔ اُس کے اعتقاد کو دھکا پہنچی۔ وہ کیر صاحب سے مخاطب نہیں ہوا اور دوبار کے لوگ بھی کچھ سخت سُست کہنے لگے۔ کیر صاحب نے یہ حالت دیکھی۔ دل میں مسکرائے اور سہ دربار بوتل کا پانی فرشل پر کھڑے ہوئے اپنے پانوں پر اُڑا دیا۔ پیر سنگھ نے پوچھا یہ کیا کید ہے؟ ریداس نے جواب دیا جگنا تھ جی کے ٹکا تارے وقت لگ لگی تھی۔ اُس کو کیر صاحب نے پانی ڈال کر بجھایا ہے۔ کسی کو اس بات کا یقین نہیں آیا۔ پیر سنگھ نے کہا۔ یہ بات کیسے سچی ہو سکتی ہے؟ اتفاق کی بات ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اُس نے کہا۔

اچھا بچ اُن اچھا ڈولیں دس کیر متھیا نہیں بولیں کیر صاحب نوہنے مسکرتے ہوئے اسی شکل سے واپس آئے۔ پیر سنگھ نے جو بہت ذی رُوح رئیس تھا سکندر ودھی کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اس واقعہ کی تحقیقات کرنی چاہئے۔ ساڈنی سوار دوڑے۔ وہاں جا کر پوچھا تو پتہ توں نے کہا کہ واقعی تھاں وقت آگ لگ گئی تھی۔ کیر صاحب پہنچے۔ وہ اُنھوں نے پانی ڈال کر اُس کو بجھ دیا جس وقت ساڈنی سو۔ دس نے اگر حال سنا یا رہا کہ نہ است حاصل ہوئی اور وہ رانی کو سا لیے ہوئے کیر صاحب کے گھر پہنچے۔ اُن کا شہ آرد ہو گیا اور اُس وقت سے اُس کی جھکی کو پھر کزوری کا کھٹکا نہیں رہا۔

جس وقت سکندر کو یہ حال معلوم ہوا اُس کو بھی تعجب ہوا۔ شیخ تعقی بادشاہ کا گورہ بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے کہا یہ تو کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ اس نے مردوں کو زندہ کیا ہے اور دن میں کئی کئی سو ایک بنا رہتا ہے اور خدا کی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کو ایسی سزا ہونی چاہئے جو منظور اور شمس تبریز کو ہوتی تھی۔

بادشاہ سکوت کی حالت میں بیٹھا ہوا سوچے رہا۔ یہ مہرہ کی بات کو کچھ خواہ میں دیا اور لوگوں کو بھی اس بات کو سن کر تعجب ہو کر تو لگ جہاں اور حال کی دھاک کے ظلم کو جانتے ہیں ان کے لئے حیرت کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ آدمی نے جہاں سے



منی کو مار کے دھنی کو یاد کر سدا یہ رنگ بے رنگ نہیں رہتا  
کچے کمال کبیر کا بالک دھوئے لے ہاتھ دریا ڈ بہتا

شبد

اجر امر اپنا شی صاحب تر دیہی کیوں آیا  
اتنی سمجھ بوجھ نہیں مگر کہ آدے آدے سوایا  
گہ نٹھ کھلی نہیں خبر چیتن کی گیان کتھے بے اتنا  
ست است کی خبر نہ آئی جانے نہ سنت است  
نکھ نہیں دولت مال کھی تا سکھ نہیں باد بود  
نکھ ہے سادہ سنت کی پوجی لاگی سن ساد  
من درپن تیج موت دیکھا دیکھا سکل پیار  
آپا آپ جان سب جانا جانا سار اس را  
گیانی گیان کتھے بس باسود تو اتی گپ نی  
نکھ من کی کچھ سدھ نہیں دا کو آتھ پیر ابھونی  
سکھی من کی مرم نہ پایا کھلے نہ بشر ہننے کی  
نکھ آند نیک ہیں رلیا دھرم تر جنم جنے کی  
راج دھمی دھمی بن باسی دھمی رنگ پیر سی  
گورد کیرا بھی سادہ سکھی بھئے من چیل کو جیتی  
رام نام بیج بدن بندے اور ہرم پاکھنڈ  
باہر کے پٹ دے میرے پیارے کھلے لکھل برہنڈ  
داس کمال کبیر کو بالک گورد کا بیج کر پیارا  
شبد جید کی چوٹ لی جب پایا ست کرتارا

کبیر جگ

RS

۱۳۳

پدم نیا بھجی

میرے ہی مثال پدم، بھجی کی ہے۔ پدم نیا بھجی صاحب کے عقیدت مند چیلوں میں  
سے تھے۔ ان کا گوردے پر نول میں پتیا تھا وہ تھا کبھی یہ بناؤں میں رہتے تھے۔ کبھی یا تر اپ  
چلے بٹے تھے۔ جب سفر سے واپس آتے تو سیر و سیاحت کے تجربے لوگوں کو سنایا کرتے  
تھے۔ ایک مرتبہ جب دشمن کے سے حاضر ہوئے کہنے لگے۔ ناٹھ سنت نام کا مہا بہت ہے۔  
ایک جد امی کوڑھی بنیا میرے پاس آیا۔ اپنی ناقص تندرستی کی شکایت کرنے لگا۔ میں نے  
اُس سے کہا۔ اگر تو ست نام کا جاپ کر کے گنگا میں سنان کرے تو تیرا مرض جلد زور ہوگا  
اُس نے ایسا ہی کیا اور چنگ ہو گیا۔ اُس سے ساری شکایت رفع ہو گئی اور وہ ہٹا کٹ ہو  
دور ہوا پھر تھے۔ سچ ہے مہاراج! نام بہت بڑی پدارتھ ہے۔ جو لوگ اُس کی خدمت میں  
ہیں وہ دھمی نہیں ہوتے۔ میں نے ان آنکھوں سے اُس کا پڑھ لکھنا دیکھا ہے۔  
کبیر صاحب بولے۔ پدم نیا بھجی ابھی تک نام میں تیرا عقیدہ اس قدر مضبوط نہیں ہے  
میں کہتا ہوں صرف ایک مرتبہ نام لینے سے بے پایا ہو گیا ہے بشرطیکہ دل کی تمام خدائی  
طاقتیں اُس کے ساتھ شامل ہوں۔

شبد

نام مہاندھی نتر نام ہی سیوا پوجا  
بپ تپ تیرتھ نام، نام سم اور نہ دوجا  
نام پر تپیت نام اپن پیر نام کہے نامی بولے  
نام کٹا دے بندھ نام بندھن سب کھولے  
نام ادھک رنھوناٹھ سے رام نکٹ ہنومنٹ کہو  
کبیر کرپا سے پدم نیا بھجی پرم پوجے لہو

اور کاشد نیا پدم، بھجی کا کہا ہوا ہے۔ کبیر صاحب کے دوبارہ کہنے سے اُن کا  
نشیہ اور جی درڑھ ہو گیا۔





اب تو بڑھے ہی بنے مڑ چائے گھر دور  
 سر صاحب کو سوچتے سوچ نہ کیجے سور  
 سر کیجے سر بات ہے سر کاٹے سر سونے  
 جیسے بالی زیب کی کٹی اجیاری ہوے  
 سور پلا سندھام کو کہوں نہ دیوے بیٹھ  
 آگے چل بڑھے پھرے تاکا منہ نہیں دیکھ

کیر کیر کی تھی

اس بلبل کی سحر میں مثال، در کوئی کہاں تک۔ کیر سچ کیر تھے۔ کیر میں  
 ہے آبی ہی نظر تھے کئی دور کیر ہو تو اس کا منہ نہ دے۔ یہ سچے لاشیٰ ہر  
 طرے کا مثال اب کیر ایک ہی تھے ایک ہی ہیں در بلبل ہوں سے ڈیبا نے دو کیر  
 نہیں پیدا کئے۔ کہن سن اور بات ہے۔ پر اس سے نہ ہر س اور تعجب ہوتا  
 ہے کہ کوئی ملک کا بتا فرزند بن سکتا ہے کہ کیر سے بے ہوش رہنے آدے تب  
 بشور باخند کے پر جنے داؤں کو اصلی بدلی اور جمال کی نرئی شاد صورت نظر آدے۔  
 دیے کسی کو کیا کہا جائے۔ ان کے شامی کام رستیوں کی شرتی راگ اور اپنشد دل کے  
 مسانہ در در انھوں پر ہی فوق سے جاتے ہیں۔ ان کا اور ان کا مقابلہ کیا ہے! یہ مستی او  
 یوں۔ سوخی در سچی۔ بالی اور بلبل کہاں سے ہے۔

پریم کے مسکوں۔ اب رگ الپتہ آجوتے ہیں در و دیوار دھ کی حد سے گونج  
 اٹھتے ہیں۔ آسمان در میں نہ تھکتے ہیں۔ جو کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔

پریم کی

نوبتی سنیں نہ دے سکے نام پریم کا لے  
 پریم پیمانہ بھر پیا راج راج گورد گیان  
 دیا نکار شہد کا لال کھڑے میدان

پریم سب کوئی کہے نہ مرنے سیتے کوے  
 آٹھ بہ عین۔ سب پریم کا دس کوے  
 آیا پریم کہاں گیا دیکھی تیا سب کوے  
 چھن رووے چھن میں ہستے سو پریم نہ ہوے  
 غوطہ یار اسسندھ میں کوئی نام نہ بیٹھ  
 وہ کوئی کیا پائیں گے جو سے س سے بیٹھ

سحران دجوان جوں کی نہ است پر صبا آتے ہیں اس طرح موز پانی نہاتے ہیں  
 اس میں اور اصوح تر ہر صبح غدا کرتے کی خلق کئی میں مانی میں رہتی۔ ناچ جی و  
 لسی دس جی کا کہتا میں ہے۔ کیر صاحب سے بہتہ سبقت نہاں میں آئی ہو دہنے  
 سے تمام و کمال کہہ ڈالا۔ کسی کے لئے ہو جاتی ہیں جھوڑ۔ سحران نے ماہ میں اس تاکہ تھیں

سحران کی

سحران سوں سٹھ ہوت ہے سحران سوں آدہ جابے  
 کہیں کیر سحران لئے سب میں۔ سحران  
 راجا رانا راو رنگیہ بڑا جو سحران نام  
 کہیں کیر سب سے بڑا جو سحران کا  
 سحران کی سندھ دیوں کرو جیسے کاٹی کام  
 کہیں کیر پکار کے تب رشتے رشتے نام  
 سحران کی سندھ دیوں کرو جیوں گاہو گاہو  
 ہلے ڈولے شرت میں کہیں کیر  
 سحران کی سندھ دیوں کرو جیوں شرت شرت  
 کہیں کیر چار چرت بہرت کہیں نام  
 سحران کی سندھ دیوں کرو جیسے دام گنگاں  
 کہیں کیر بہرے نہیں پل پل لیت سنبھال

سمن کی بندہ بون آرو جیوں نوڈی میں رور  
 کہیں کیر چھوٹے نہیں چپے رور  
 سمن سوں من لست جیسے تھوڑ کو تپ  
 کہیں کیر سرے جس پڑا ہے سہی سٹ  
 سمن سوں من رے جیسے لست سرے  
 کیر بسا رے اپ رے رے رے رے رے  
 سمن سوں من لست جیسے لست پتنگ  
 پڑاں جے چھن ایک رے رے رے رے  
 سمن سے من لست جیسے لست میں  
 پڑاں رے رے رے رے رے رے  
 سمن سرے رے رے رے رے رے  
 باہر کے پتنگ رے رے رے رے  
 سانس سانس پتنگ رے رے رے  
 گھر کے ہست رے رے رے رے  
 ہاں سانس کھانے میں سانس رے رے  
 لے چھوڑ گئے تھے رے رے رے رے  
 موح کھ رے رے رے رے رے  
 مضمون رے رے رے رے رے  
 موح کرنے کی موح نہیں سنی  
 موح نے دوسری صورت اختیار کر لی  
 چمکے نہیں چند سکیاں ملاحظہ ہوں

شہد ہی مارے مرے شہد راج  
 جو یہ شہد پکھانیا تہا راج

شہد گورو کو کیجئے بہتیک گورو  
 اپنے اپنے لوبہ میں تھوڑ تھوڑ  
 شہد ہمارا ہم شہد کے شہد ہی  
 جو تو چاہے کھیتی کو اب مت باے  
 شہد ہمارا ہم شہد کے شہد ہمارا  
 جو چاہے دیدار کو پرکھ شہد کا  
 شہد شہد سب کوئی ہے شہد کے ہاتھ نہ پاؤں  
 ایک شہد آؤ شہد ہی کرے ایک شہد کرے  
 شہد ہمارا آدی گھر پل پل کرے  
 انت پھیلگی ہاتھ کی باہر کی  
 شہد پنا مٹت آندھری کھو کہوں کو جاے  
 دوار پاوے شہد کا پھر پھر بھٹکا لھاے  
 ایک شہد سکھ راس ہے ایک شہد دگر راس  
 ایک شہد بندھن کے ایک شہد گے پھاس  
 کوئی کہاں تک کہے ہم نے جو سب جوں کجور تیا کیا ہے اس میں یک سو سے زیادہ  
 مضامین آئے ہیں اور کسی کسی مضمون کے دوہروں کی تعداد ڈیڑھ سو تک پہنچ گئی ہے  
 اگر اور غونے دیتے ہیں تو علیحدہ کتاب بن جائے گی۔ اس سے جس کو ضرورت ہو اسی کو  
 منگا کر بھی لے کرے اور اگر وہ پڑھا لکھا آدمی ہے تو خود ہی موح سمجھ کر اپنے لئے تیرہ مذکرے  
 اس طرح جو دوں کو ہزار ہی طریقوں سے چٹایا کئے۔ جو انٹو کو دراپیش رہا اور  
 دانشمندانہ حکمت عملی سے کام لیا۔ سرانند یا سرابیت کی حیوانی طرح پر کی گئی۔  
 دھرم داس جی کو کھڑا رہا۔ نہ سرے پرانیوں کو اپنی طرف اور ہی دھنگ سے رجوع  
 کیا۔ اصول تو ہر جگہ ایک ہی ہے۔ ہاں طرز بیان میں اختلافات ہیں جس کو ہمدرد دیکھ  
 اسی کے ادھکار کے موافق اسے تعلیم دی۔ کیر صاحب کے یہاں سب دھان بارہ خیری

نہیں پختے۔ یہاں ہر شخص کے اذکار اور سنسکار کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ چھوٹے برتن میں تھوڑی چیز اور بڑے برتن میں زیادہ چیز رکھتے تھے۔ پاشا اور گویا تر یعنی اہل ظرف کو دیکھتے تھے۔ بغیر ظرف دیکھے ہوئے زبان نہیں کھولتے تھے اور یہی سبب ہے کہ اپنی زندگی ہی میں کثرت سے لے کر اس کدہی اور دھار کا سے لے کر پوری تک اپنا اہل دخل کر لیا۔ کوئی جگہ ہے جہاں کے آدمی کیر صاحب کے کلام سے نا آشنا ہیں اور کون مقام ہے جہاں ان کی صدا آواز باز گشت بن کر نہیں گونجتی۔ کسی مذہب کسی طریق اور کسی پتہ یا سپرہ کا معتقد ہو کیر صاحب کے شہد سب کو پیار سے لگتے ہیں اور اس کا سبب ہے۔ کیر صاحب خاص طور پر دنیا میں حیوں کو چتنے کے لئے آئے ہوئے تھے مگر زمانہ نازک تھا۔ اختلافات کا طوفان بے نیازی ہر جگہ رپا تھا۔ وہ قیمتی تعلیم صرف عبادت و رشتہ تک گونج کر رہ گئی۔ اس طرح اس کا رواج اور ملکوں میں نہیں ہوا۔ یہ سچ ہے اور شاید سچ بھی ہوگا کہ وہ بلخ اور بخارا تک دورہ کرتے رہے۔ مگر ہمارے پاس اس کا کوئی تواریخی ثبوت یا مستند نوشتہ نہیں ہے۔ کیر صاحب کو اس وقت صرف ریشیوں کی ادا کو چھانا منظور تھا۔ مگر اب اس قیمتی وراثتی تہذیب کے دور دور تک پہنچانے کا وقت آگیا ہے۔ کیر صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں اپنا ہور کیا اور اب دنیا کی تمام زبانوں میں ان کے کلام کے ترجمے ہوں اور ہور ہے ہیں اور کیر صاحب کے پیار سے ہنس ہر جگہ نزدیک اور دور پہنچ کر تمام عالم کو ان کی تہذیب کے فیض کی میراث بخشیں گے۔ یہ جولا ہے کاٹنا ناٹنا ہے جو سارے عالم میں تنہا جانے کا کوئی جولا رہی یہ نہ سمجھے کہ یہ تانا بانا محدود دور ہے گا۔ یہ عجیب و غریب قسم کا جولا کسی خاص مشن کو لے کر دنیا میں آیا تھا۔ ابتدا ہو گئی ہے اور آئندہ امن و امان کے زمانہ میں نہایت وسیع پیمانہ پر اس کی اشاعت ہوگی۔ آپ خود بطور پیشین گوئی یہ کہ میں اس طرح فرما گئے ہیں۔

جولہا بھینچو ہو ہری ناما جا کے نہ رہی دھری۔  
 تانا تینے کا اوچھا لینے چرچھی پتہ دیا  
 سر کھوئی یک رام نراین پورن کام ہی مانا

ہو سا گر یک کٹھوت کینھوں تانا میں مانڈی سانی  
 مانڈی کو تن مانڈی راہو ہے مانڈی پرا جانی  
 برجون نا تھو مانڈی مانگے شیان ٹریس دینا  
 چاند سورج دونی گھاڑی کینھو مانڈی دینا  
 پانی کری کے بھرتا لینھو دے بانڈھے کو راما  
 دے اے جری تہوں کو کے بانڈھے کوئی نہ ہے ابان  
 تین لوک یک کر گہ کینھو ڈنگلپ کینھو  
 آدی پرش بیٹھا دن بیٹھے کیرا جوتی سانا

اس شہد سے صاف ظاہر ہے کہ کیر صاحب اس وقت تک رام سے متعلق تھے انہیں نہیں پتا کہ وہ اپنے ہنسوں کو چھانا نہیں گئے۔ ان کے بے شمار دوستوں کو جانے وہ کس کس جگہ کس کس روپ سے جیتے ہیں انہوں نے کہا کہ وہ ہنسوں پر جو پہلے وقت کے سنت ستکورہ روپ کا ان صورتوں میں رشتہ ہیں کرے در فنوں کو بہت میں پڑ کر اپنا دور و مردوں کا نقصان کیا کرتے ہیں۔ بھائیو! ہٹ دھرمی چھوڑو کیر صاحب کی بانی پر بھی تم کو یقین نہیں آتا۔ آخر ہم خود کی ہیں؟ ہم کیا کہتے ہیں؟ اور تم کو کیا سناتے ہیں؟ وہی جذبات وہی خیالات وہی لغات وہی دہی دہی کلمات! اگر اب جی تمھاری آنکھیں نہیں کھلتیں تو ہم کیا کریں اور کیا کہیں کہتے کہتے وقت چلا بار بار ہے۔ عمریں گزرتی جا رہی ہیں۔ برسوں یوں ہی ابے کام ضایع کر رہے ہو کچھ سوچو تو سہی۔ یہ کیا جا رہا ہے! آنکھوں کو کھولو اور اپنے نزدیک دیکھو۔ کیر صاحب دور نہیں ہیں۔ لوگ تمہیں دور گئے کیرا یہ متی جانے کوئی گولی دھیرا

ہم خود کیر صاحب ہی کے ارشادات کا اعادہ کر رہے ہیں۔ ہم ان سے جدا کب ہیں۔ ہم ان سے باہر کیسے سمجھے جاتے ہیں! ہاں تعصب اور ہٹ دھرمی یہی ہم اور یہودہ معالطوں کے پردوں کو کیا کیا جانے! ہم کا بھوت جب تک سر پر سوار ہے راستی کے راہ میں آئے نہیں دیتا۔

چلتا تے چلتا تے ۱۳۰ برس کی عمر ہو گئی۔ کال کی پنا میں ہر شخص کو اس ٹیکس دینا ہی پڑتا ہے۔ یہ قانون ہے اور اہل قانون ہے۔ گپیت ہونے کی سوجھی۔ تب

## بیجک

جگوٹی نے درخواست کی: "مہا پر جوا آپ کے کام منتشر ہیں۔ کہیں کہیں بھکتوں نے کبھتی اکثر وہ میں شنبہ اور بانیوں کو لکھ دیا ہے۔ گرو غیر مکمل ہیں۔ کیا کوئی ایسی ترکیب نہیں ہو سکتی کہ تمام کلام قلمبند ہو جائیں جو آئندہ متلاشی حق کے رگ خیال کو حرکت دیتے ہیں۔" آپ مسکرائے: "ہم شنبہ سر دپ اور کلام مجسم ہیں۔ کسی کو کیا لکھائیں۔ جب بولنے ہیں ہی بات درودہ صرف موقع موقع کی! جب تک پھر وہی موقع نہ ملتا ہے ان کو کیا لکھی جائے؟" آخر جگوٹی کے امر ار کرنے پر بیجک کی تمام بانی از سر نو لکھنا شروع کیا اور وہ مکمل کتاب اس وقت تک ادھوری پڑی رہی جب تک وہ گھر میں جا کر گپیت نہیں ہوئے۔ اس کی ایک نقل دھنی دھرم داس جی نے رکھ لی تھی اور جگوٹی اور دھرم داس کے بیجک میں پھر آخری بانی کا اضافہ کیا جو آپ نے گپیت ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک بیجک دیواں کے شاہی خانہ کو بھی عطیہ ہوئی تھی مگر اس کی نقل کس نے سنائی تھی اور کس وقت کس راجہ کو بخشی گئی تھی اس کا پتہ نہیں ملتا۔ تاہم سوا ایک شنبہ کے بدل بدل کے یہ تینوں بیجک خرب قریب ایک ہی ہیں۔ یہ جزوی اختلافات قابل قدر بھی نہیں ہیں۔ بیجک ہی کہہ دیجئے کہ مستند مذہبی کتاب ہے۔

## آخری علم

جب کبیر صاحب کی عمر بہت ہو گئی جسم کمزور پڑ گیا مگر دل رہا ہی مضبوط تھا۔ جس وقت مالک کی مہا کاراگ گاتے تھے درود دیوار سے۔ بد کی بارش ہوئے کسی مٹی سب نسویر حیرت من جاتے تھے۔ داء دے گیرا!

جہاں سنت تہاں پرگٹ جہاں اسنت تہاں گپیت رہائی  
دنیا نے حقیقت کا جلوہ دیکھ لیا۔ سچی کی کا ظہور ہو گیا۔ مالک کا رُوب اپنا درشن  
رکھا گیا۔ سچی نے پہنے کا ہے کو نور عداقت کی جھلک اس آب و تاب کے ساتھ دیکھی تھی  
حیرت حیرت حیرت ہوئی حیرت رُوب دھرم داس سولی  
مگر گورو دنیا میں آئے۔ چیلان کر بھکتی، در پریم کی ریت سکھا گئے۔ اندھوں کی  
آنکھیں کھل گئیں۔ بہروں نے اپنے کانوں سے سنت نام کا پیغام سُن لیا۔ ان دیکھی تھے  
ہر رُوب نظر میں آ گیا۔ ان سُنی بانی کانوں سے سُنی گئی۔ درود دیوار حقانی راگ کی صدا  
سے گونج اُٹھے۔

جگ آئے گورو دیو پریم کی راہ بتاٹیا  
مارگ الی چل اگم کا سب کو دکھلاٹیا  
سُرت خند کا پتہ دیاٹیا  
سنت سندیش کر پال کر پال سے سُناٹیا

لوگ نظروں کے گورو دھندوں میں پھنسے تھے سب کا پھند کاٹ دیا اور بر  
دیا سے جیووں کو بتایا۔ ست نام اور چیز ہے۔ یہ پستک باغچے اور شا ستر اڑتہ کرنے سے  
نہیں ملتا۔ ہزاروں اور لاکھوں ہنس چیت گئے اور دیکھتے دیکھتے دنیا میں پر مار تھ کا  
پڑواہ پھیل گیا۔

ایک دن آپ کو فرمانے لگے۔ آدی گرتھ صاحب میں اس شنبہ کو شری ارجن دیو  
نے محفوظ کیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ اس طرح ہے:-

"مجھ سے بنارس چھوٹا۔ اب شریر کمزور ہے۔ شیو پوری میں میری زندگی ختم ہوئی  
مرنے وقت میں اٹھ کر گھر آیا۔ اے میرے سوامی! میں میرا گی دیو لگی ہوں۔ مرنے  
وقت مجھ کو دکھ نہیں ہے۔ نہ میں تجھ سے ملجھہ ہوں۔ من اور سانس کدو میں سیتا  
برابر تیار ہے۔ تار مضبوط لگے ہوئے ہیں۔ وہ ٹوٹنے والے نہیں ہیں اور من سے  
بیز تار چھڑے ہوئے صدا برآمد ہو رہی ہے۔ اے دلہن اگاؤ گاؤ۔ برکت کا سوا دنا

راگ چھڑ دو۔ راجہ رام میرا بھرتا میرے گھر آیا۔

## کاشی اور گھر

سیوک پڑھتے تھے کہ کاشی میں شری تیگ کی جائے کیونکہ زیادہ تریہاں ہی ایش کا کام ہوا ہے۔ انھوں نے کہا کہ کاشی میں مرتے ہیں آسانی سے سوزگ جاتے ہیں۔ مہ میں مرنے والوں کا کسی ذہن نہیں چھوٹتا۔ گدھے کی جونی متی ہے۔

ضعیف لاقدی تیرا ناس ہوا یہ خیال غالب ہندؤں میں بدعت بھوان کی وجہ سے پیدا ہوا ہوگا کیوں کہ ان کی تعلیم کا سلسلہ زیادہ تر گدھے دیش میں ہی رہا گو بنارس میں انھوں نے بھی دھرم چکر کو گردش دی تھی۔

کیر صاحب نے سیوکوں کی تازہ کاری یہ کیا یہودہ خیال ہے۔ تم میں رام کی شہس کا دشواں ہیں ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ کاشی سیو یوری ہے۔ اس کے باہر مرنے سے رام اپنے سیوک کا اقدار نہ کر سکیں گے۔

لوگ سب متی تھا کا بھورا رے

جو کاشی تن تھے کیرا رے کون یہو رے

تب ہم دیے اب ہم ایسے یہی جنم کا لاہا رے

جیوں جل میں جل پتین بکسو ڈھور ڈھور رکت چاہا رے

رام بھکتی پر جا کو ہست جنت کیا کو اچھج کا د رے

گورو پرتاب سادھ کی سنگت جگ جیتے جات جولاہا رے

کہیں کیر سنو میرے سنو! بھرم پڑو مت کوئی

جس کاشی تیس گھر اوسر جو ہر دے رام سنت ہوئی

چلتے چلتے بھی کیر صاحب نے ہندؤں کی ضعیف الاقدادی و باطل پرستی کو ایک دھم دیا اور آپ اٹھ کر گھر چلے آئے اور وہاں شری تیگ کرنے کا ارادہ کیا۔

ایک خلقت حج ہو گئی۔ ہزاروں آدمی اکٹھے ہو گئے۔ لوگوں نے سب وہ ہونا

دش کرنے یہ تھا اب بجا کرنے کے بعد غالب ہونے کو ہے۔ سب اٹھ کھڑے ہوئے آخری دیشن کی جانب تھی اور دیکھتے دیکھتے حیرت لگ گئی۔ کوئی روتا تھا۔ کوئی کھڑ ہوا سکتا تھا۔ ہائے اب ہم کو کون جیتائے گا۔ کیر ب دوردیس کو جا رہے ہیں۔ رام تیری گئی تیری آپ نے مراٹھایا۔ بولے۔

لوگ کہیں دورد گیا کیرا یہ مت مانے کوئی کوئی دھیرا

دشترتہ سست تہو لوگ ہی جانا رام نام کا مرے آنا

جیسی جیتے جانی پرچس لکھا رجو کی کہے ارگ جو پیکھ

یہ پنی چل اتم کن جانا ہری تیگ من مکھی نہ مانا

رتے مرنے یہ دوسرے شش تھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں۔ کیر دیر جیسے تھے۔ اس کی سمجھش کسی فکندہ دی کو ہوگی۔ تین نوک کے آدمی۔ رام کو دشترتہ کا لڑکا سمجھتے ہیں حالانکہ

رام نام کا مطلب دوسرا ہے۔ جس کی جیسی عقل ہے وہ وہی ہی یقین کرتا ہے۔ رتی کو دیکھ کر

مانپ کا بھرم ہونٹا۔ دورانہ دن ڈر جاتا ہے اگر چھی کرنی کرے سے۔ چھپے ہیں پر پت

وتے ہیں گھر ہی کے تیگ سے ملتی نہیں ملتی۔ میرا من ایسا ہی سمجھتا ہے۔

لوگ بولے۔ ہاے حضور! آپ مر رہے ہیں دن کو کیسے دھار س آئے؟

آپ نے فرمایا۔

ہم نہ مریں مرے سنسارا ہم کو بلا جیاون ہارا

اب نہ مروں مرنے من مانا مرے سوئی جو تام نہ جانا

ساکت مریں سنت جن جوتیا جری بھری نام رسا بن پویا

ہری مریں تو ہم جوں مریں ہری نہ مرے ہم کا ہے مرہیں

کہیں کیر من من ہی ہوا امر بھئے سکھ سگر پاوا

تشریح۔ ہم۔ مریں گے دنیا مرے گی۔ کیوں کہ ہم کو زندگی دینے والا مل گیا ہے۔ اب میں





کلب کھانا اور منوترود میں کیر صاحب ہمیشہ دیکھنے والوں کو درشن دیتے رہیں گے  
من کو ان کا درشن کسی روپ میں ہی ہوتا رہے گا اور غور کرے گا وہ ان کے منار ہونگے  
اور ان کے گیت ہونے کے واقعہ یقین کریں گے۔

ایک روپ دھرتے انیک پ اور نیک میں سمجھو یک  
وہ ویاپیک وہ سرب آدم رب دیکھے جا کے من بو یک

## ہمارا نصب العین

اُس وقت کے سنت سکوزیرم سنت کیر صاحب کے مندرجہ ذیل  
ان کی اس تعلیم کا خاکہ کسی قدر ظاہر کی گئیں گے۔ انکوں کے سامنے عین پرست کرنا ہوتا ہے جو  
انہوں نے خاص خاص موقعوں پر خاص خاص شگردوں کی دی تھی۔ یہاں ہمارا اپنا ہوگا اور  
اس میں جو وقت کہانی شامل کیے جائیں گے ان کا مقصد صرف سی قدر ہے کہ صاحب  
کسی طرح پڑھنے والوں کے ذہن نشین ہوں گے۔ کہ سب تنگ اور بے مرہ بنائے ہیں  
حالانکہ کیر صاحب کی تعلیم اعلیٰ درجہ کی رہی ہے۔ قصہ کہانیوں کے شعروں سے وہ بہ آسانی بچ  
میں آجائے گی اور اس کے جوہر کے جذب کرنے میں سہولیت ہوگی اور طرح طرح وقت ہوتی ہے  
اس دیا چہ میں اس قدر اور عرض کر دیے کی ضرورت ہے کہ کیر جوگ میں کیر صاحب  
کی تعلیم کے سلسلہ میں نامک جوگ اور دھاتوا دی جوگ نامی دو حصہ ہیں۔ درجی سنا لیج  
ہوں گی جن میں گورو نانک صاحب اور حضور رادھا سو م صاحب نے جیسے پڑھائی دلی باگی  
امید ہے جو حضرات اس سلسلہ کو تمام دیکھا پڑھیں گے ان کو سنت مت سے نہ صرف  
وچسپی پیدا ہوگی بلکہ وہ اس کے طبع ہر قسم کے مذہب کے سوال سے باخبر ہو جائیں گے  
اور جگتی اور گیان کے پاتر بنیں گے۔ آج کل سنت سنگ درجہ ہے۔  
سنت دارا اور لکشمی سب کا ہو کے ہوئے  
سنت ساگم ہری کتھا درجہ جگ میں ہوئے  
یہ سلسلہ اس کی کے پور کرے گا بیڑہ خاتما ہے۔ سب سے پہلے حضور معنی اور مقدس

اٹھا کر پہلے دیکھو۔ پھر آپس میں لڑنا جگڑنا۔ جب کہ لگ گیا اس کے تلے دفن ہوا  
کا دھیر نظر آیا۔ سب منہ ہو گئے۔ کس نے پتے پر کھیلے ہوئے آئے اور پھول ہی کی شکل  
میں گیت ہو گئے۔

پھول کو ہر دو فریق نے آدھے آدھے تقسیم کر لیا۔ بھلی خاں نے جو کیر صاحب کا شاگرد  
تھا ان کو رین میں گاڑ دیا اور اس پر ایک عالی شان روضہ تعمیر کر دیا گیا جو اب تک گھر  
میں موجود ہے اور ہندو مسلمان دونوں کی زیارت گاہ ہے۔ آدھا جھٹ بنارس اٹھ کر آیا۔  
بیر سنگھ نے اس کو جلیا۔ کیر جوہر کے نام سے ایک سادھی بنوائی جس کے درشن کے لئے  
دور دور سے آدمی جاتے ہیں۔

مایا مار من مارا راکھا امر شریر  
آسا ترشنا مار کے پھر ہوئے رہے کیر  
موتی بیا سب نہیں جھیننی تنہی نہ جائے  
نہ جہ ادیب جھیننی سب کو کھائے  
سنت بندہ سو پیکہ کیا مگر کو گوں  
ماگہ سندی ایکادتی لاپون میں پون

## کیر کی تعلیم ہتی دنیا تک زندہ رہے گی

یہ کیر صاحب کے پرزوا جات زندگی کے مختصر حالات ہیں کہ یہ طور خود نہ نکل  
ہیں۔ نہ کیر صاحب بھلی جو گیت ہی ہوئے ہیں۔ کیر نام سے ریم خوا اور بھلی جوہر کا  
جوہر جو بھلی ہے جوہر مگر نہ درجہ ہے اور چونکہ سنی نے وہ بھلی کر کے اپنے  
کو یہ گیت بیا تھا اس وقت نہ رہی صورت کو کم گیت کہ ذکر وہ سنت جس سے دیکھی  
دیاں پڑش کا اصلی روپ ہے اور وہ کیر صاحب کے تمام سند و رسا کیوں میں ختم ہو  
اس وقت تک ویسے ہی جیوں کو جتانے کا ہتمام کر رہے ہیں۔ اب تک جی جگت  
تبدانی اور معرفت کا سودنی اس کا جو ہر سند ہے کہ سنت بنگ۔ رینا اور دیرا گلی ایک

پیریم پتر رادھا سوامی نامی ایک ششماہی رس ارتکاں کر دوسرے دست سنگیوں کے گھر بیٹھے دست سنگ کرانے کی توڑ موچی تھی۔ ہم نے بھی اس وقت انھیں کے قدم۔ قدم بٹھنے کرنے ہوئے مختلف شکل میں اس کا ہتھام کیل ہے اور کیسے تعجب کی بات ہے جس وقت وہ پورن دھرم حضور ہمارے کی خدمت میں پہنچے اسی وقت پر پتر کے جاری ہونے کا خیال آیا۔ یہ پتر مہر می اور ان کے تعلیم کے مادہ سوشا دستھ صاحب نے یہ توڑ پیش کیا حضور سے دھرم پیریم پتر سنگی دور دور و کھ بندے بہت تیار صاحب پیریم۔ اس سے ہماری بہت بڑے بڑے بانی مراد سے ہماری سب سے فرما تھا کہ یہ بہت بڑا کھنے والا دست ہے کہ ہم کو کوشش آگن تک ہیں خاک پریشین کوئی کی جاری ہے۔ اس وقت کھنے خیال ہو رہا ہے میں میں تھا مگر کیر صاحب فرماتے ہیں۔

بلی کو بیٹھ گئے نہیں جو تھن جسٹریں گھنڈ  
سادھ تھن پیٹھے نہیں ہٹے جائے پتر ہمنڈ

ور کسی کا عیان حضور ہمارے کے بچن کی طرف ہیں تیار مگر بالو مادہ پتر شاہنا صاحب سے دست دیا رہا حضور کے پس کو بوسہ دست سنگ میں نہاے جانے میں کھ تروا کر دوزخ و نسل فہم کر دیا۔ ہم نے صبح کے دست سنگ میں کھنے کی کوشش کی سدا رہا اس کی ترتیب دی۔ یہ ہی میں پہلی مہو کا بیگ اور جس وقت ہم نے غنوں کی ایک بہت کیر غنوں میں اس مہر میں موجود تھے۔ یہ بوسہ جب مدد سے اور دست سالہ بدھ نے یہ کچھ فرمائے تھے با انھیں خود سمجھ ہوا۔ کون جانے خود بالو ہورست سنگی کی یہ وقعات ہیں مابہیں مگر اس دل کے تجربے سے ہم کیر پتر کے لکیر کر کے کی حرات نہیں ہوئی کیونکہ دست سنگ کا فیض اٹھانے گئے تھے کہ لکیر پڑھنے کے لئے۔ دوسرے وقت کے دست سنگ سے بچن کھنے سے انکار کر دیا۔ دست سنگ کا لطف لھو یا اس سے محروم رہنا منظور میں تھا۔ ہمارے چلے آنے پر ہمیں بڑی بڑی ہوا تصور کے بچن کی دھماکا کاہ پر آنا آسان کام نہیں تھا۔ اس وجہ سے حضور خود ہی لکھو ادا کرتے تھے۔ وہ بولتے جاتے تھے اور لوگ کھ لیا کرتے تھے۔

اس پیریم پتر کی چھ سات جلدیں ہیں جو غائب تین سال میں سر ہوئی تھیں۔ اسی نظر سے ہم نے بھی اس سلسلہ کو صرف تین جلدوں میں مکمل کرنے کا ارادہ کیا ہے اس میں یہ کوشش بد نظر ہے گی کہ روحانی جیانت کے تمام پیریم خواہ وہ دیرانت سانکھیہ لوگ سے متعلق ہیں یا پتریم پیریم دھرم کی نسبت ہو۔ یہ بحث ہمیں کے اور اگر حضور مہر کی مہر اپنی مثال حال رہی پس کا پور پور یقین ہے تو ہم سب لوگوں کو یقین کر لینا چاہئے کہ ان تین جلدوں کے پور پڑھنے والوں کو پھر کسی در کتاب کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔  
حضور آشیر باد دیں کہ یہ سلسلہ مفید اور ہر لغزیز ثابت ہو دست سنگیوں کو گھر بیٹھے ہونے سے دست سنگ کا فیض بکشت!

رادھا سوامی دیال کی دیا رادھ سوامی سہاے

کیر بیچک شرح با تصویر ہندی  
کیر ساجھی ہندی  
کیر شیدا ولی ہندی  
کیر اور کیر پتر (اردو) پتر

پیریم سنت پورن دھرم حضور مہر کی ہندی شہرست ال غنوں میں کی تایاب ولا جواب تعانیف جواب تقریباً اوٹ آف ہٹا ہی نہیں بلکہ اوٹ آف پتر شہرستی ہوئی ہیں جن میں آدھ سنت کیر صاحب کے گنڈہ تہہ دیں کی دیا کھیا مہر شہرستی جی ہمارے گئے کہ پتر کے نام لیواؤں اور سنت مت کے عام دھرم پیریموں کے پتر شہرستی کی ہے وہ کھیا کھیا سوکھ مہر شہرستی جی ہمارے نام ہندوستان میں آج تک کسی نے نہیں کی اگر پتریموں کو مطالعہ کی ضرورت ہو تو وہ صحیح دستک بخند از رادھا سوامی دھرم مصلح مرزا پور زویا پی سے ہر سال دست چینی سنگ لائے سکتے ہیں۔ یاد رکھئے ان کتابوں کا مطالعہ ہر سنت مت کے پتریموں کے لئے مفید ضروری ہے۔ یہ وہ بنیاد ہے جن آپ عمل و شغل اور ابھیا میں دست سنگ کی پتریموں کو آسانی سے کھ کر سکتے ہیں۔

## دیباچہ کا ضخیمہ نمبر

ذیل میں دو چار ضروری باتیں درج کی جاتی ہیں جن کو اس دیباچہ کا ضخیمہ سمجھنا چاہیے۔  
کیر صاحب نے جس پیرایہ میں ہندو اور مسلمان دونوں کو بے تخصی سے چتایا ہے، وہ  
دھنگ دنیا میں ایک نیا معجزہ ہے۔

یوں تو کیر صاحب کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تھی مگر ان میں تیرہ مخصوص ہیں جو  
ہاں بیان کرنے کے قابل سمجھے جاتے ہیں اور جنہوں نے کیر صاحب کے پیغام کو بجا یاد  
کر کے سب کو سنایا ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) دھرم داس جی (خاص گورو گھ)

(۲) سنت گوپال جی

(۳) بھگوداس جی

(۴) زائن داس جی

(۵) چورامن داس جی

(۱) مگوداس جی

(۱۶) جیورداس جی

(۸) کمال جی

(۱۹) ٹاکالی جی

(۱۰) گپتی جی

(۱۱) صاحب داس جی

(۱۲) تیانند جی

(۱۳) کمال ناو

ان میں سے ممکن ہے کہ کمال اور کمال ناو دونوں ایک ہی شخص کے نام ہوں۔ اگر  
خیال صحیح ہے تو کیر صاحب کے صرف بارہ خاص شاگرد تھے۔

کیر صاحب نے ان کو بدھ جگوان کی طرح جاہلی وعظ کرنے کے لئے بھیجا اور ان کی زندگی  
ہی میں ان کی حلیم ہندوستان کے قریب قریب تمام حصوں میں پھیل گئی اور ہزاروں  
روحانی ستھی اپنے کاموقع ہاتھ دیا۔ ان سے پہلے سو می شکر اچاریہ نے بھی اسی طرح اپنے دس  
نامی شاگردوں کے دریں ویدانت کا وعظ دنیا کو سنایا تھا اور جا بجا اپنے مٹھ قائم کر کے ان  
کو نیلا ت کے پرچار کے مضبوط مرکز بنادے تھے۔

قرینہ کہتا ہے کہ کیر صاحب بنارس چھوڑ کر اور جگم پھرے تھے۔ ماکپورا جھونسی  
جونپور، برزائن اور بانڈھو گڈھ گجرات کے سو اپتہ ہیں لگت کہ وہ اور بھی کہیں گئے ہوں گے  
ور اگر اس بات کو صحیح تسلیم ہی کیا جائے تو بدانت خاص ان کا دورہ بہت کم ہوا ہے۔ کوئی  
کوئی یہ بھی کہتا ہے کہ وہ بلخ میں بھی گئے تھے مگر زیادہ تر انہوں نے اپنے شاگردوں کو اپنے  
خیالات کی اشاعت دینے کا اور زیادہ آپ زیادہ تر کاشی ہی میں رہے۔ وہاں ہی  
جیووں کو چتایا کئے۔ روایات اور نوشتہ جات سے ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں لگتا کہ کہاں  
کہاں ان کے شاگرد مقیم رہ کر ست سنگ کراتے تھے۔ تاہم جو کچھ پتہ لگ سکتا ہے وہ صرف  
اتنا ہی ہے جس کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

دھرم داس ساری ہر کیر صاحب کی خدمت میں رہے اور تن من دھن سے  
ان کی سیوا کیا کئے۔ ان کے دوڑ کے زائن داس اور چورامن بانڈھو گڈھ کے مہنت  
ہوئے جو علاقہ دیواں میں ہے اور یہ جس گورو کہلاتے ہیں اور ان کی ولاد اپنے سلسلہ  
میں بر کیر صاحب کے خیالات کا پیرچہ کرتی ہے۔

کمرنت گوپال جنہوں نے شکھ بندھن نامی گرتھ کی ترتیب دی ہے کیر چورامن  
کے مہنت ہوئے۔ ان کی سادھی گھر میں ہے اور ان کے نام سے پوری اور دور کامیں  
دھرم داس وقت تک موجود ہیں۔

بھگوانداس جی جن کو کیر صاحب کے حیات میں بیک نامی گرتھ کے ترتیب کا کام  
پیردہو تھا دھوتی کی سنگت کے مہنت تھے ور ان کی اولاد بھی وہاں ہے۔  
جگوداس کی گدی لنگ (ڈیسیہ) میں قائم ہوئی اور انہوں نے انجل دیں ہیں

مست کو پھیلا یا۔

جنون داس فو۔ جاگ جیون صاحب اور جو میں سنت نامی فتح کے بانی ہوئے ہیں جو قوم کے کٹھنی تھے اور کوٹا نامی سنگھان میں جو لکھنؤ وراجودھیا کے درمیان واقع ہے اس کی سادھی ہے۔ اس کے خیالات اور عام کیر پختیوں کے اصول میں کچھ عروزی اختلافات ہیں کسالی جی کا تھ بردوان میں ہے اور وہاں سے لگ کثرت سے ان کی شاگردی میں آئے۔

صاحب کمال اعلیٰ درجے کے ابھیسی خے ان کو کیر صاحب نے بھٹی کے آس پاس دگر پزار کرنے کا حکم دیا تھا۔ ان کے مدت کچھ اتنے کم ہیں کہ کسی کو پتہ نہیں ملتا کہ انہوں نے کیا کام کیا اور یہاں سے مہنہ دغیر بھی ہیں یا نہیں۔ میں نے بڑی تلاش سے کچھ دوسرے فراہم کئے تھے جو ان کی مختصر سیداعمر کے ساتھ میری مختلف کتاب دیر برزانت میں موجود ہیں اور جن کے آخر میں شہ کمال آتا ہے۔ ان کا نام بھی مسلمان ہے اور شاہ کا خطاب بھی ہندو مانہ نہیں ہے۔

گیانی جی بہرام میں رہے اور وہاں ہی ساری عمر کیر صاحب کے خیالات کی اشاعت کرتے رہے۔ بہرام بہار میں ہے۔ صاحب داس جی کتاب میں مقیم ہوئے اور کچھ سال میں رد و بدل کر کے مولفہ کی بیب دہانی۔

بقیہ سہ بنی اور سب کمال دکن میں گئے اور مدت العروہاں ہی مقیم رہے۔

## ضمیمہ دیباچہ نمبر ۲

سنت کیر صاحب کا ٹھکانہ فتح پور ہے جو دھنی دھرم داس جی نے چلایا تھا۔ باقی تمام شاخوں کو جو کیر صاحب کے سیوکوں نے جا بجا مصلحت وقت کے موافق اپنے اپنے نام فو دھنی دھرم ناموں سے جاری کئے ہیں۔ یہ کیر صاحب کے دھنی دھرم نام جی کا سلسلہ تو اب تک باقاعدہ چلا آتا ہے۔ دوسروں کے خیالات سے تو ان کو اہمیت نہیں ہے

حالانکہ محاکب مستعدہ محاکب متوسطہ بہار کا ٹھکانہ دار اور دوسرے مقامات میں ایسے سنت بہت ہیں اور یہ خوشی کی بات ہے کہ ان کی تمام تعداد اگر دھنی دھرم داس جی کی اور دس کے براہ راست یا تحت نہیں ہے تو اس کے ساتھ اپنے تعلقات کے مضبوط رکھنے دھنی دھرم داس جی کے بنس کے آج تک چودہ نشست ہو چکے ہیں۔ ان کے سچا نشینوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) دھنی دھرم داس جی	(۸) شرت سنہی م
(۲) کتا منی م	(۹) حق نام
(۳) چوڑا منی نام	(۱۰) پاک نام
(۴) سودرشن نام	(۱۱) پڑکٹ نام
(۵) گلدی نام	(۱۲) دھیرج نام
(۶) پرودھ اور دیا پیر کول نام	(۱۳) پیک شری نام صاحب
(۷) امولک نام	(۱۴) پیک شری دیا نام صاحب

پستہ کے سلسلہ کے حالات اس گدی سے معلوم ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ گدی ٹکھیا ہونے کی وجہ سے اب تک کیر خٹہ کی روایتوں کو سنا بعد سند محفوظ کرنی رہی ہے۔ بہار میں بھی ایسے مٹھ کہیں کہیں موجود ہیں جن میں قہمی کتابیں مل سکتی ہیں۔ یہ مٹھ مگر مٹھ ٹھکانہ بڑیا خلیج جو پور میں موجود ہے جس کے آچاریہ اچھے قابل اور وقف کار ہیں اور اگر ان سے دریافت کیا جائے تو وہ کیر خٹہ کی تواضع پر بہت کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں کیر خٹہ کے لکھے وقت مجھے براہ راست ان سے خط و کتابت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ یہ مٹھ نسبتاً سب سے زیادہ حق پسند اور انصاف پسند معلوم ہوتا ہے۔ دوسروں میں حد درجہ کی بہت نظر آتی ہے۔ میں نے جن کو لکھا کسی نے جو بے تک نہیں دیا۔ ریاست بڑودھ کے شری منی لال منی داس جی جنٹا پیر ٹھٹھ راج پرنس نے بے شک رام نام کی عظمت پر ہندی میں ایک مطول تحریر بھی تھی جو میرے دفتر میں موجود ہے اور کسی وقت وہ شائع

کیر صاحب کی تبصیر ان کے درمیان گھر کر گئی ہے۔ ہر موقعوں پر وہ کیر صاحب ہی کے خند زیادہ تر کھاتے جی رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کیر صاحب کی طبیعت میں۔ مگر اصلیت کی نظر سے کیر صاحب کے سچے جھک اور معتقد ہیں۔ نہ تو جوگی اکیس چھٹی وغیرہ جی جو یہاں کثرت سے ملتے ہیں کیر صاحب کے نام کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ اور ات دن ان کی ہوا گاتے رہتے ہیں۔ جو تبند ان کی زبان پر رہتے ہیں وہ کیر صاحب کے گزشتوں میں۔ لہذا انہیں نہیں ملتے۔ لیکن ان کے سنے سے یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ کیر صاحب کی ہی ہے۔ کیر صاحب نام بھی ہر شہ کے آدمی میں آتا ہے اور علیٰ خیالات کے صاف شعور میں تحقیق کے طلبا کا سامنا ان میں بھرا پڑا ہے۔ اگر کوئی شخص ان کو فراہم کر کے چھپا دے تو سبب ان کا نہایت معقول ذمہ فراہم ہو جائے گا جو اب تک کیر صاحب کی شہادتوں میں نہیں ہے اور وہ دوسرے مقامات کے روح یافتہ اور مستعد کلام سے محنت محی ہیں۔ اگر کبھی کسی وقت خوش ہوئی تو میں ان کے ساتھ گئے گا اور ان کو کسی اور صاحب نے توجہ کی تو ان کو پوچھنے پر ہر وقت یہی مدح اور مشورہ دیتے رہوں۔ معلوم ہوتا ہے کسی زمانہ میں یہاں کیر صاحب کے بندت کا بہت بڑا ہونا دہلی کے قریب ایک گھیس صاحب سنت گد سے ہیں۔ یہ کیر صاحب ہی کے کسب میں ہوئے ہیں۔ ذات کے ہندو جو لہے تھے۔ انھوں نے اپنا گائے پتہ چلا ہے۔ ان بھی کہی ہے کہ انھوں نے جی کیر صاحب کے شہادوں کی میریت کو نہیں چھوڑا۔ ان کے ہاتھ والے بالعموم چھوٹی قوموں کے آدمی ہیں۔ مگر ان کی کثیر تعداد دھیتی جادو کے رنگ سے رنگی ہوئی ہے۔ کیر صاحب کے شہاد ان کی زبان سے نکلنے پر خاص قسم کا طوفان دیتے ہیں۔

### ضمیمہ دسیا چہ نمبر ۲

کیر جوگ میں مدد فیرہ جتے آئے ہیں اور یہی حیثیت کی نظر سے وہ جامع اور مکمل ہیں۔ چونکہ ہندو اور مسلمان دونوں ہی کو کیر صاحب نے تپا ہے۔ اس وجہ سے جس طرح ان کو براہ پر لگایا گیا ہے ان کا نقشہ اس کتاب میں کھینچا گیا ہے۔ ہندوؤں میں تو جیو

کر دی جائے گی۔ میں ان کی ہر بانی کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کیر صاحب نے رات نام کی عظمت پر بہت زور دیا ہے اور وہ سوچنے سمجھنے کا مضمون ہے۔ اکثر پتھانی غلطی میں پڑ کر کہتے ہیں کہ کیر صاحب یا تو ویشنوؤں کے زیر اثر اس نام کے جاپ کی ضرورت محسوس کرتے رہے ہیں یا مصنف سے اپنے یہاں محفوظ رکھا ہے۔ یہ خیال غلطی پر مبنی ہے۔ نام اصل میں سنت نام سے ان کے یہاں جڈ نہیں ہے اور وہ بھی ذاتی اور دھنی ایک نام ہے۔ سیک کی ٹیکا لکھتے وقت مجھ سے کہا گیا تھا کہ کیر صاحب کا بخشا ہوا نام تپتا نام ہی ہے۔ نام نام صرف ویشنوؤں کی وجہ سے ہر لغزیز سمجھ کر شہادوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ اس غلط خیال کو دل سے دور کر دیں اور رام نام اور سنت نام کو ایک ہی سمجھیں۔ کیر صاحب کا منسوب یہی تھا۔

### ضمیمہ دسیا چہ نمبر ۳

بعض بس مقامات ایسے ہیں جہاں کیر صاحب کے شہادوں کی دھنی اب تک اپنی اصل زور دار لہجہ میں گونج رہی ہے۔ ہریانہ کے تمام اضلاع، ڈہلی تک، اجمیر، گورکھ پور، کرناٹک وغیرہ کے دیہات میں گو کیر صاحب کے کٹھ نہیں نظر آتے مگر ان علاقوں کے جاٹ اور دوسری قوموں کو جس قدر کیر صاحب کی بانی یاد ہے مشکل سے اور جگہ کسی کو معلوم ہوگی اتفاق کی بات ہو دھری کیر صاحب کے ذیل دار سوارہ ضلع ریتک کے سب سے مجھے دہار قیام کرنے کا موقع ملا۔ مرد درحالت دونوں ہی دہار کیر صاحب کے شہاد گاتے ہوئے تھے اور وہ انہیں سمجھتے بھی خوب تھے۔ یہ شہاد جو انہیں زبان پر یاد ہیں بہت سوز و راز ہیں اور کیر صاحب کی رکت سے یہ لوگ انہیں سمجھتے بھی خوب ہیں۔ بات قوم کی جنس بعض عورتیں جو مجھے دیکھنے آئیں ایسی اعلیٰ درجہ کی سمجھ رکھتی ہیں جو دہار کے بڑے کھے مردوں میں بھی نظر نہیں آتی اندھیرانی تو اس بات کی ہے کہ وہ نہ کیر صاحب کی تعلیم کے مخیر کو جانتی ہیں بلکہ اس کے ساتھ دیدانت اور لوگ وغیرہ کے مسل پر بھی غور کرنے کا لک رکھتی ہیں۔ یہاں کے باشندے بالکل سیدھے سادے اور نیش کیٹ لوگ ہیں اور



سرباجیت، دھرم داس جی، آسن دیوی، گت منی، ایم ناہ، گودکھ ناتھ جی اور تیانند جی کیا  
مسلمانوں میں جہاں گشت بغدادی، میر تقی، شیخ عکروی سکروی، اور بجلی خاں  
پٹھان ہیں۔

ان بیانات سے اُن کی تعلیم اور طرزِ تلقین کی نوعیت کا پتہ چلے گا۔  
ان میں سے کوئی کوئی بیانِ شعل ہیں اور بعض بعض سہل ہیں۔ چونکہ یہ کتاب کیر جوگ  
ہندو اور مسلمان دونوں کی نظروں سے گزرے گی اور دونوں ہی قوموں کی دلچسپی اور مفا  
ہمت سے قلمبند ہوئی ہے میں چاہتا ہوں کہ ہندو اور مسلمان دونوں ہی اسے بے تعصب  
ہو کر مطالعہ کریں۔ مسلمان اگر چاہیں تو یہ مسلمانی تعلیم کے بیانات پہلے پڑھیں اور پھر ہندو تعلیم  
کو ملاحظہ کریں اور ہندو اگر چاہیں تو پہلے ہندو بیانات کو دیکھیں اور پھر مسلمانی ابواب پر  
نظر ڈالیں۔ ادھوری کتاب کوئی کبھی نہ پڑھے۔ ورنہ کیر صاحب کے متعلق صحیح رائے قائم  
کرنے کا موقع نہ ہاتھ آئے گا۔

اس کتاب میں کسی جگہ تنگدلی سے کام نہیں لیا گیا اور نہ کسی کی دلآزاری مقصود  
ہے کیر صاحب کی نیت تھی کہ وہ ہندو مسلمان دونوں کو یکجہتی کے شیرازہ میں جکڑ دیں  
اور ایسا ہمدرد معلم کبھی تنگدل نہیں ہو سکتا ہے۔ تردیدی مسائل تو ضرور آتے ہیں اور  
ان کا آنا بھی لازمی ہے مگر پڑھنے والے کو صرف مقصد کی جانب نگاہ رکھنی چاہئے۔ میں  
یہ نہیں کہتا کہ ہندو یا مسلمان دونوں کیر منشی ہو جائیں۔ میں خود کیر منشی نہیں ہوں لیکن  
یہ تو ضروری ہے کہ یہ مذہبی تفرقات کے زیر اثر آکر باہمی جنگ و جدل کو موقوف کریں۔  
ہندوؤں میں پہلے یہ دستور تھا کہ مختلف مذہبی عقائد کے آدمی ایک ہی شتر کہ خاندان میں  
محبت کے ساتھ رہتے تھے۔ پھر کوئی سبب نہیں ہے کہ ہندو اور مسلمان مل کر کیوں باہم  
شیر و شکر ہو کر نہ رہیں۔ کتنے انشوس اور شرم کی بات ہے کہ یہ پڑھے لکھے ہندو مسلمان چالو  
سے بدترین ہونک کتوں کی طرح ایک دوسرے کو کاٹتے رہتے ہیں اور دنیا انہیں ذلیل اور بے  
آبرو سمجھ کر حیوانوں سے بھی بدتر جانتی ہے۔ غیر ملکوں میں جا کر اوروں کے سامنے ہر ہندو  
شیخ کو شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے اور کیا مسلمان سچ ایسے بدتمیز اور جاہل ہو گئے ہیں کہ

گاد کے معاملہ میں خواہ مخواہ ذرا اعتی ملک کے ویران اور برباد کرنے پر تل بیٹھے ہیں اور پڑھے  
لکھے نادان ہندو ایسے اپنے اپنے سے گدز گئے ہیں کہ بغیر سمجھے بوجھے اپنے مسلمان بھائیوں  
کے محض اُن سمجھی سے درپے کشت و خون ہوتے رہتے ہیں۔ ان نادانوں کو کوئی کیسے  
سمجھائے۔ ہر پر ہر وقت بے بھاد کی پڑتی رہتی ہیں اور پھر بھی یہ جاہل انسانوں کی محبت  
سے انسانیت کا سبق نہیں سیکھتے۔ قومیت کا جذبہ ہم کو بدتمیزی کے سخت شہست الفاظ  
زبان سے نکلنے کے لئے مجبور کر رہا ہے! ہم کیا کریں! ان کے رذدہ ذہن کے نت لڑائی جھگڑا  
کو دیکھ کر تنگ آ گئے ہیں! کیا ایسے لڑاکوں کو دنیا میں زندگی کا حق حاصل ہو سکتا ہے! ایک  
ہی ملک اور ایک ہی قوم کے آدمیوں کا اس طرح ٹٹتے رہنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔  
مذہب تفرقہ کا باعث کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ سخت نادانی ہے! یہ کیوں سمجھ بوجھ کر نہیں سمجھتے۔  
کب تک ذلیل بنے رہیں گے! کیا صدیوں کے تجربوں سے بھی اب تک اُن کو عقل نہیں آئی!  
کیر صاحب پہلے معلم ہیں جنہوں نے اس قومی غلطی اور قومی کمزوری کے بدلہ کو دیکھا  
اور ان کے چٹکنے کا اہتمام کیا۔ ادھر دھرم داس جی کو ہندوؤں کے چٹانے کی ہڈی  
کی۔ ادھر بجلی خاں پٹھان کو مسلمانوں کے راہ پر لگانے کی سوجھ بوجھ سمجھائی مگر ہندو اور مسلمان  
دونوں ہی نے چیت کر پھر اُسی حیوانیت کی راہ اختیار کر لی۔

کیر صاحب کی وہ ہمدردانہ صدا اب تک برابر گونج رہی ہے۔ ہم اُسی کے زیر اثر  
آکر سچے تصوف کے پیرایہ میں اس کیر جوگ کی شکل میں اُن کے خیالات کو دوبارہ  
سناتے ہیں۔ جو صاحب اس کو پڑھیں مگر حقیقت کو سمجھ کر تفرقات کے مٹانے کا اہتمام  
کریں اور ساتھ ہی ساتھ روحانیت کا لطف اٹھا کر اپنی انسانی زندگی کو سچھل کر لیں۔ یہ  
اس کے لکھنے کی غرض ہے۔ بانی ہے۔

بل بل کھیلوں شبد میں انتر رہی نہ ریکھ  
سمجھے کا مت ایک ہے کیا نہت کیا شیخ  
حضور را شرباد دس کہ ہمارے پاک بھارت ورتن کے رہنے والے برادرانِ تعلقات کے اُصول  
کو ذہن نشین کر کے اب آرمو ملی اور قومی یکجہت کی بنیاد کے قائم کرنے میں کامیاب ہوں۔  
را دھا سوامی دیال کی دیا رادھا سوامی سہائے

# مہرشی شیو برہمال صاحب ورین کی

(موتیوں میں تلنے والی تصانیف)

مہرشی شیو برہمال صاحب ورین کی تصانیف

نوعانیت کی کتابیں اساتذہ کرام

آتمک آدرش ہندی ۸	اصلاح زندگی اُردو ۱۲	کیر شیداوی ہندی ۸
آتمک آکرش ۸	ایش اپنشد ۸	کیر ساکھی ۸
آتم دیوار کلیدرم اُردو ۹	ایشور کیا ہے ۶	کیا ہندو قوم زندہ رہیگی اُردو ۸
آئندہ لوگ ۸	اپاسنا سندیش اُردو ہند ۸	کرنا بجلی ہندی ۸
آفتاب اُردو ۱۵	اپکار سدھار اُردو ۸	کرم سندیش اُردو ۸
آبدار موتی ہندی و اُردو ۸	اُپدیشا بجلی اُردو ہندی ۸	کلی پوران ۸
آرین میل میل سائینس اُردو ۸	اپنشد بھاشیہ بھومیکا اُردو ۸	کلید کامیابی ۸
آشچریہ دیوار ۱۰	عروج کامیابی ۸	کین اپنشد ۸
آئینہ کشمیر ۱۲	ایتھے اپنشد اُردو ہند ۱۲	کوشلی راہمن اپنشد ۸
آلم سندیش ۸	اوم ناول ۸	حکدہ خیالات ۱۰
بیمب غریب قصبے ۸	کٹھ اپنشد اُردو ۸	حکدہ سرشار ۱۰
ادبیت اپاسنا لوگ ۸	کتھا کلیدرم ہندی ۸	خمناء عسرفان ۱۰
ادبیت سندیش ۸	کتھا بجلی جاگ پلا ۸	خمناء خیالات ۱۰
افول بچن ۱۲	کتھا بجلی ۸	گایتری رہسیدہ ۸
انوفو سندیش ۸	کتھا بجلی ۸	گرہ دارموتی ہندی ۱۲
امین کامیابی ۹	کیر اور کیر منیچہ اُردو ۸	گلدستہ تحقیقات اُردو ۸
الہیات اجدہ المات ۱۲	کیر یہ ہے ۸	گیانا بجلی ہندی ۸
اودھوت گیتا ۸	کیر جگ شرح باتشودہ ۸	گیان کی لہر ۱۲
اشوک کے فراہمن ۸	کیر لوگ پہا جاگ ۸	چکدارموتی ۸
ایکان کامیابی ۸	کیر لوگ دوسرا ۸	چیر تر کلیدرم ۸
اسرار معرفت ۱۲	کیر لوگ پانچواں ۱۰	

دُنیا کی بہتری اُردو ۸	چلتی چلتی ہندی ۸	دُنیا کی بہتری اُردو ۸
درشتا بجلی ہندی ۸	چتاوی اپنشد اور حاسوا اُردو ۸	درشتا بجلی ہندی ۸
درشتانت ترنگنی ۸	چتور کی چڑیا بیاں ۸	درشتانت ترنگنی ۸
درشتانت سندیش اُردو ۸	چوتھ درخت دور چتری اُردو ۸	درشتانت سندیش اُردو ۸
دیہاتیوں کے قصے ۱۲	چوتھا ۸	دیہاتیوں کے قصے ۱۲
نانک جوگ ۸	چھانڈو گہر اپنشد ۸	نانک جوگ ۸
نظار قافون روحا ۸	جیون دیا کیا ۱۰	نظار قافون روحا ۸
نیاجگت مال ۸	جیون سدھار ۱۲	نیاجگت مال ۸
نوجیون سدھار ۱۰	جیون سدھار اُردو ۱۲	نوجیون سدھار ۱۰
نچ اپکار سدھار اُردو ۱۲	زندگی کا مقصد اور اسکی اصلاح ۸	نچ اپکار سدھار اُردو ۱۲
نوریزدانی مکمل ۸	جین گتھا بجلی ہندی ۸	نوریزدانی مکمل ۸
نندو بھائی کی ساکھی ۱۲	جھلک نارموتی ۸	نندو بھائی کی ساکھی ۱۲
پرمارتھ سدھار ۸	ٹھکنے والی مایا ۸	پرمارتھ سدھار ۸
پرلوک سدھار ۸	تاہدارموتی ۸	پرلوک سدھار ۸
پنچہ شی ۸	ٹریپ دارموتی ہندی ۸	پنچہ شی ۸
پنچ پتر ۱۲	طرصارموتی ۸	پنچ پتر ۱۲
پنچ سندیش ۸	تخت کشمیر حصادول اُردو ۸	پنچ سندیش ۸
پشپا بجلی ہندی ۸	تخت اُردو سندیش ۱۲	پشپا بجلی ہندی ۸
پھل دیوار اُردو ۱۰	تیرت اپنشد ۸	پھل دیوار اُردو ۱۰
پریم سندیش ۸	دلدارموتی ہندی ۸	پریم سندیش ۸
پریشور ترا بجلی ہندی ۸	دکھ دارموتی ۸	پریشور ترا بجلی ہندی ۸
پرجن سار حصادول اُردو ۱۰	ددارموتی ۸	پرجن سار حصادول اُردو ۱۰
دوم ۸	درس کامیابی اُردو ۸	دوم ۸
سوم ۱۰	دس اقدار جبر تر ۸	سوم ۱۰
چہارم ۱۲	دس ۸	چہارم ۱۲

بویکا بجلی ہندی ۸	بویکا کلیدرم اُردو ۸	بویکا بجلی ہندی ۸
بوزہ گتھا بجلی ہندی ۸	بوزہ گتھا بجلی ہندی ۸	بوزہ گتھا بجلی ہندی ۸
برہمنی سدھار اُردو ۱۰	برہمنی سدھار اُردو ۱۰	برہمنی سدھار اُردو ۱۰
برہمن دیوار کلیدرم ۱۲	برہمن دیوار کلیدرم ۱۲	برہمن دیوار کلیدرم ۱۲
بھگت بال مکمل ہندی ۸	بھگت بال مکمل ہندی ۸	بھگت بال مکمل ہندی ۸
بھگتی گیان دیوار اُردو ۸	بھگتی گیان دیوار اُردو ۸	بھگتی گیان دیوار اُردو ۸
بھگوت گیتا ۸	بھگوت گیتا ۸	بھگوت گیتا ۸
بھمن دلاس ۸	بھمن دلاس ۸	بھمن دلاس ۸
بھوک دارموتی ۸	بھوک دارموتی ۸	بھوک دارموتی ۸
مانڈو کیہ اپنشد اُردو ۸	مانڈو کیہ اپنشد اُردو ۸	مانڈو کیہ اپنشد اُردو ۸
مذہب کیا ہے وہ جلد نویں ۱۲	مذہب کیا ہے وہ جلد نویں ۱۲	مذہب کیا ہے وہ جلد نویں ۱۲
مست پرکاش ۸	مست پرکاش ۸	مست پرکاش ۸
مست بھید ۱۲	مست بھید ۱۲	مست بھید ۱۲
مست بھیم ۱۲	مست بھیم ۱۲	مست بھیم ۱۲
مرما بجلی ۸	مرما بجلی ۸	مرما بجلی ۸
مرم سندیش ۸	مرم سندیش ۸	مرم سندیش ۸
مستی کا جام ۱۰	مستی کا جام ۱۰	مستی کا جام ۱۰
مہاراماہن مجدد اُردو ۸	مہاراماہن مجدد اُردو ۸	مہاراماہن مجدد اُردو ۸
مہا جبر ترا بجلی ہندی ۸	مہا جبر ترا بجلی ہندی ۸	مہا جبر ترا بجلی ہندی ۸
میرا ۱۲	میرا ۱۲	میرا ۱۲
مکھ دیوار اُردو ۱۰	مکھ دیوار اُردو ۱۰	مکھ دیوار اُردو ۱۰
مفید دیوار ۱۰	مفید دیوار ۱۰	مفید دیوار ۱۰
مُندگ اپنشد ۸	مُندگ اپنشد ۸	مُندگ اپنشد ۸
میرت اپنشد گوتھی اپنشد ۸	میرت اپنشد گوتھی اپنشد ۸	میرت اپنشد گوتھی اپنشد ۸
یاترا سندیش ۸	یاترا سندیش ۸	یاترا سندیش ۸
یوگ سدھار ۸	یوگ سدھار ۸	یوگ سدھار ۸



کبیر جو کہتے اول میں غلط طباعت کی صحت

داؤد کامیابی	اردو	۴	شاہ ہوا رموتی ہندی	۴	سورج بھیدی گیان	۸
راج بھکت	۶	۰	شغل آواز	اردو	۴	سورج بھکتی
راج بھکتی	۲	۰	شبہ گنجار جاگ	ہندی	۴	سورج بھکتی
رادھا سوامی نام	۴	۰	۰	۰	۴	۰
رادھا سوامی مت کی شخصیت	۱۲	۰	شبہ پر سنگ حد	اول اردو	۴	۰
رادھا سوامی مت میں ستوتیں	۱۳	۰	۰	دوم	۱۲	۰
رشی دتا	۱۲	۰	شبہ یوگ لکھن	۴	۰	۴
زومانی نقہ سہرت	۱۲	۰	شبہ مار جاگ	ہندی	۴	۰
روحانیت عامل کریم کار	۴	۰	۰	دوسرا	۱۲	۰
للیت آیدیشا بھلی	۸	۰	شبہ سار گنگا	۵	۰	۱۰
للیت سارا بھلی	۸	۰	شیو درین	اردو	۱۲	۰
واج سنہی سنہا پتہ	اردو	۴	شیو سنہا	ہندی	۱۰	۰
۰ چنا بھلی	ہندی	۸	سارا بھلی	۸	۰	۴
دھن کامیابی	اردو	۶	سار سندیش	اردو	۸	۰
دگیان ابھلی	ہندی	۸	سنت سندیش	۸	۰	۴
وچارا بھلی	۸	۰	سنت سنجوگ	حد دوم	۴	۰
وچار شدھار	اردو	۱۰	۰	سوم	۴	۰
وچار کپدرم	۴	۰	سپتہا وچار	ہندی	۱۰	۰
۰	ہندی	۱۰	۰	اردو	۱۰	۰
وچتر کتھا حد اول	اردو	۴	سپت رشی درشن	۸	۰	۱۲
۰	۰	دوم	۰	۴	۰	۱۲
وویک کپدرم	اردو	۱۰	سوامی وویک کپدرم	۴	۰	۱۲
وویک سندیش	ہندی	۴	سوال اور ان کے جواب	۸	۰	۱۲
۰	۰	۰	سوال و جواب	۴	۰	۱۲
۰	۰	۰	سائیں کے خیال	۴	۰	۱۲
۰	۰	۰	۰	۴	۰	۱۲

میں ہر دستہ دیال کیشوری کی یاد دلاتا ہوں

(مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس حداد بازار حداد اودھ)

مینجر دفتر دیال کیشوگری پیداباد  
ملفوظہ اعجاز پر تنگ پریس حقیت بازار حیدر آباد کن

صفحہ نمبر	سطر نمبر	صحیح لفظ	صفحہ نمبر	سطر نمبر	صحیح لفظ	صفحہ نمبر	سطر نمبر	صحیح لفظ
۸	۱۶	شفاف	۵۳	۷	ادعائے	۱۱۰	۲۰	پوٹر
۸	۱۹	پڑے گی	۶۲	۵	کرد	۱۱۱	۷	دے
۱۳	۲۰	یعنی	۶۶	۱۵	ذات	۱۱۷	۷	پل پڑتا تھا
۱۵	۲۰	پر مارتا	۷۲	۱۵	سنار	۱۲۶	۱۶	بیر سنگھ
۱۶	۱۸	تغصب	۷۵	۱۹	ہوا	۱۲۷	۲۲	دباے ہوئے
۱۷	۵	سانکھ	۷۶	۵	کی	۱۲۸	۲۲	مگر
۱۷	۷	اصل	۹۲	۲۰	کرنا چاہے	۱۲۸	۲۲	دھاروں
۲۰	۲	آخری لحاظ کے	۹۹	۲۰	اصطلاح	۱۲۹	۲۰	اُس سے
۲۷	۱۰	بن	۱۰۰	۹	اپنے ہی	۱۳۷	۸	نا بجا جی
۳۶	۱۷	بے ٹکی!	۱۰۴	۲۰	دھیان	۱۳۸	۲۲	سہریا
۳۹	۲۰	پر مارتا	۱۰۵	۱۴	ہوئے	۱۴۱	۱	مانڈی
۴۴	۲۱	اس وجہ	۱۰۷	۱	پورس	۱۴۱	۲	مانڈی
۴۶	۱۶	بل	۱۰۷	۶	ڈروں	۱۶۰	۸	اپدیشا غلی
۴۷	۱۱	باز پرس	۱۱۰	۱۷	جانتا	۱۶۱	۶	جگت مال

# کیر جو گھٹہ اول میں غلط طباعت کی صحت

۱۹۹۱

۱۹۹۱

## دیال

کیر دھارا انکم کی سنگورو وئی لکھائے  
تا ہی الٹ نمون کرو سوامی سنگ بٹائے  
کیر یہ من آلسی کہوں تو مانے روس  
جا مارگ سائیں میں چلے نہ ایکو کوس  
من کے مارے بن گئے من کی بستہ ماہر  
کیر کیر کیا کیجئے من جو ہے نہ نہ  
سکے سا کھا جتے گئے کی بستہ میت  
چالے گئے لوگ کو انت ہی اہمیت

اشاعت کردہ برادھاسوامی سنگ  
نظام آباد حیدر آباد کن

(ہر فائل میں سب سے افضل گج لکھ دکن)

صفحہ نمبر	سطر نمبر	صحیح لفظ	صفحہ نمبر	سطر نمبر	صحیح لفظ	صفحہ نمبر	سطر نمبر	صحیح لفظ
۸	۱۶	شفاف	۵۳	۴	ادھار	۱۱۰	۲۰	یو تو
۸	۱۹	پڑے گی	۶۲	۵	کرو	۱۱۱	۷	دے
۱۳	۲۰	یعنی	۶۶	۱۵	ذات	۱۱۷	۷	پل پڑتا تھا
۱۵	۲۰	پرماؤتھ	۷۲	۱۵	سنا	۱۲۶	۱۶	بیم
۱۶	۱۸	تقسیم	۷۵	۱۹	ہوا	۱۲۷	۲۲	دبانے
۱۷	۵	ساکھی	۷۶	۵	کی	۱۲۸	۲۲	گھر
۱۷	۷	اصل	۹۲	۲۰	کرنا پیلے	۱۲۸	۲۲	دھارو
۲۰	۲	آخری نفاذ	۹۹	۲۰	اسطبل	۱۲۹	۲۰	اس
۲۷	۱۰	بن	۱۰۰	۹	اپنے ہی	۱۳۷	۹	ناجاری
۲۶	۱۷	بے لگی!	۱۰۴	۲۰	دھیان	۱۳۸	۲۲	سج
۲۹	۲۰	پرماؤتھ	۱۰۵	۱۴	ہوئے	۱۴۱	۱	ماندھی
۳۳	۲۱	اس وجہ	۱۰۷	۱	پوشش	۱۴۱	۲	ماندھی
۳۶	۱۶	مل	۱۰۷	۶	ڈروں	۱۶۰	۸	ایہ شیاں
۳۷	۱۱	باز پرس	۱۱۰	۱۷	بائٹا	۱۶۱	۶	جات مار